بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ مطبوعات بہادر یار جنگ کی یہ چھٹی کتاب ہے جو ۱۵۵
صفحات پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر ذاکر، نواب علی داد خان، سید یوسف کٹھور
خواجہ حسن نظامی، صدر اعظم حیدرآباد، محمد یار خلف
احمد حیدرآبادی، سید محمود کے نام خطوط کے علاوہ
مدیران جرائد و اخبارات، معتمدین و ناظم
ادارہ جات سرکاری، فلسطینی وفد کی آمد کے تعلق
سے مراسلات، لکھنؤ مفاہمت سے متعلق
مراسلات وغیرہ۔

یہ کتاب ہماری اپنی تلاش و جستجو کا
ثمر ہے۔ یہ ایک اہم دستاویزی حیثیت
کی حامل کتاب ہے۔

نذیر الدین

شیخ بڈھن جلد ساز
پتھر کی مسجد چنا گوڈہ 16-3-985

مکتوباتِ بہادر یار جنگ

مرتبہ:۔ نذیر الدین احمد

طبع اول	پانچ سو
تاریخ اشاعت	فروری ۱۹۷۰ء
قیمت	ایک روپیہ ۵۰ پیسے

کتابت	محمد مظہر
طباعت	نیشنل فائن پرنٹنگ پریس
سرورق ڈیزائین	ایم اے غفار (آرٹسٹ)
طباعت سرورق	یو وا پریس
بہ اہتمام	ابرحیم بن عبداللہ مسقطی

ملنے کے پتے:

۱ ادبی ٹرسٹ بک ڈپو
کمار ابنک بلڈنگ عابد روڈ۔ حیدرآباد

۲ نیشنل بک ڈپو۔ مچھلی کمان حیدرآباد

۳ حیدر اینڈ سنس۔ مچھلی کمان۔ حیدرآباد

ترتیب

عرضِ حال — نذیرالدین احمد میونسپل کونسلر

نشان سلسلہ	نام مکتوب الیہ	صفحہ نمبر
۱	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور	۹
۲	نواب ولی داد خاں بہادر	۱۸
۳	مولوی سید یوسف صاحب تصور	۲۱
۴	حضرت خواجہ حسن نظامی	۲۶
۵	ہزاکسیلنسی صدر اعظم حیدرآباد	۴۳
۶	نواب صمد یار جنگ	۴۵
۷	حضرت امجد	۵۰
۸	مولوی سید محمود صاحب	۵۳
۹	مدیران اخبارات و جرائد	۵۷
۱۰	معتمدین و صدور ادارہ جات	۶۲
۱۱	متفرق خطوط	۷۳
۱۲	مراسلات	۸۰
۱۳	معتمدین و نظما (ادارہ جات سرکاری)	۹۴
۱۴	فلسطینی وفد کی آمد کے تعلق سے نواب صاحب سے مراسلت	۱۰۶
۱۵	گفتگوئے مفاہمت	۱۱۱

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو حضرت قائدِ ملت رح کے رفیق و شفیق اور میرے کرم فرما بزرگ۔ علامہ مولوی کرم علی خاں صاحب مرحوم کے نام معنون کرتا ہوں جو عالمِ دینِ متین بھی تھے اور فرزندِ مادرِ جامعہ عثمانیہ کے قانون و فلسفہ کے طلیسانیین بھی۔

جن کی آخری سانسوں تک تشنگانِ علم ان کی مبارک محفلوں میں ان کے فیضِ علم سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ وہ چل بسے علم و حکمت کی محفلیں اجڑ گئیں ؎

نہ وہ صحبت نہ وہ جلسے نہ وہ لطفِ سخن
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

آہ! اب وہ متبسم چہرہ جس کا تبسم خلوص و محبت کے موتی بکھیرتا تھا۔ وہ عالمِ دین جو علمی محفلوں میں صدائے ستائش پر لمحہ لمحہ اپنا سر جھکاتا وہ ہم سب کا مہربان و مشفق مشیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

علامہ مولوی کرم علی خاں صاحب نور اللہ تربتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

بفضلِ تعالیٰ قائدِ ملّت کے نقوشِ قلم کی اشاعت کے جس سلسلے کو ہم نے فروری ۱۹۶۶ء میں "نگارشاتِ بہادر یار جنگ" سے شروع کیا اس سلسلے کی مزید چار کڑیاں "خطوطِ بہادر یار جنگ"، بہادر یار جنگ کے خطوط مشاہیر کے نام، بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ اور مکمل خطباتِ بہادر یار جنگ" زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہوئے۔ اب اسی سلسلے کی چھٹی کڑی "مکتوباتِ بہادر یار جنگ" فروری ۱۹۷۰ء میں پیشِ خدمت ہے۔

بہادر یار جنگ اکاڈمی (کراچی) کی شائع کردہ کتاب "مکاتیبِ بہادر یار جنگ" جس میں ۴۰۶ خط شریکِ کتاب ہیں۔ زیرِ نظر خطوط ان خطوط سے مختلف اور علیحدہ ہیں اور یہ میری اپنی تلاش و جستجو کا ثمر ہیں۔ اس مجموعہ میں حضرت قائدِ ملّت کے ۸۶ خط شریک ہیں جو پہلی بار کتابی صورت میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ ان میں

"گفتگوئے مفاہمت" کے تاریخی خطوط بھی ہیں، حکومت کے خطوط کے جواب بھی، شخصی ادارہ جات اور شخصیتوں کے نام خطوط بھی۔ اس طرح زیرنظر کتاب جس میں ۸۶ خطوط شائع کیے جارہے ہیں ان میں کچھ خط تاریخی حیثیت کے حامل ہیں اور اکثر خطوط میں سیاسی، معاشی، ادبی اور ثقافتی تحریکوں کے بارے میں تذکرہ، مسلمانوں کے مسائل اور ان کے حل کے وسائل کا جائزہ غرض ایمان کی یہی تڑپ ہر خط میں آپ کو ملے گی۔

نواب صاحب کو ہر مکتب خیال کے لوگ خط لکھا کرتے جن میں طالب علم مزدور، عالم، جاہل سب ہی شریک تھے۔ وہ ہر روز ½ ۹ بجے سے ½ ۱۰ بجے تک خطوط کا مطالعہ کرتے اور ان کے جوابات قلمبند کرواتے۔ اکثر قومی مصروفیات کے باعث یہ سلسلہ منقطع بھی ہو جاتا۔ اور یہ سلسلہ ۲۵ جون ۱۹۴۴ء تک اسی طرح جاری رہا، جو دن نواب صاحب کی زندگی کا آخری دن تھا۔

اس مجموعہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ نواب صاحب کے ان خطوط سے متعلق حکومت اور اداروں کی جانب سے انھیں لکھے گئے وہ خطوط بھی جو دستیاب ہو سکے کتاب کے افادی پہلو میں اضافہ کے لیے انھیں بھی شامل کر دیا گیا تاکہ خط کا مضمون و مفہوم اور زیادہ واضح ہو جائے۔ مثلاً نواب صاحب کے دو خط جو حضرت امجد کے نام ہیں تشنہ رہ جاتے اگر درمیان میں حضرت امجد کا خط شریک نہ ہوتا۔ اسی طرح گفتگوئے مفاہمت میں بھی خطوط ساتھ ساتھ شائع ہونے سے کتاب کے افادی پہلو میں اضافہ ہوا ہے۔

اس کتاب کی تیاری کے مختلف مرحلوں میں حضرت قائد ملت کے

فرزند آغوشی نواب نصیب خاں صاحب، جناب سرور خاں صاحب و جناب محمد اسحاق صاحب اراکین بلدیہ جناب سردار علی خاں صاحب سابق رکن بلدیہ نواب وحید داد خاں صاحب (شکر کوٹھہ) جناب ترصیص الدین صاحب (ایوان اردو) یوسف علی خاں صاحب (چیلہ پورہ) مولوی سید جلال صاحب قہر، مولوی شاہ عالم خاں صاحب، جناب سید رضا صاحب پروڈیوسر ریس۔ آر۔ فلمز، جناب یسین خاں صاحب مالک روز کمپنی، مرزا ذاکر علی بیگ متعلم نظام کالج، جناب عبدالقادر صاحب ٹائپسٹ اور جناب ایم اے غفار صاحب آرٹسٹ نے میری بڑی مدد کی اور اپنی خصوصی دلچسپی سے میرے اس اہم اور مشکل کام کو آسان بنا دیا۔

میرے عزیز دوست جناب سیٹھ ابراہیم بن عبداللہ صاحب مسقطی نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بڑی معاونت فرمائی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

نذیر الدین احمد
میونسپل کونسلر۔ چیلہ پورہ

بہادر یار جنگؒ کے خطوط

ڈاکٹر زورؔ کے نام

دوشنبہ ۶ ردے ۳۴ ف م ۱۰ نومبر ۱۹۲۴ء

الطاف فرما۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ وصول ہوا۔ ہدیۂ تشکر قبول فرمائیے۔ خدا آپ کے سفر کو مبارک کرے۔ دل سیر دنیا کا خواہش مند ہے اور آنکھیں عجائبات دنیا کو ڈھونڈ رہی ہیں لیکن زمانے نے گوناگوں پریشانیوں کے جال میں اس طرح پھانس رکھا ہے کہ ہلنا تک مشکل ہے۔ دعا فرمائیے کہ خدا ان آرزوؤں کو پورا کرے۔ آپ سفر میں ہیں اور میں گھر میں بیٹھے اس کا لطف حاصل کر رہا ہوں۔ زمانہ آزادی کا سفر اور احباب کے ساتھ۔ خوش نصیب ہیں وہ جن کو نصیب ہوتا ہے۔

میرا محلہ بھی ان اغراض سے متاثر ہوگیا ہے۔ اسی وجہ سے میں آج کل اپنی جاگیر

میں ہوں۔ آپ کا خط مجھے دہلی ملا۔ تقریباً ڈیڑھ ہفتہ قبل مہ بانی احمد عبداللہ المسدوسی سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد نہ ملاقات ہوئی اور وہ ان کی کوئی چٹھی وصول ہوئی ان کا پتہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ میں بھی ان کی خیریت کا منتظر ہوں۔

سردی تو دو چار روز سے مضافات حیدرآباد میں بھی بڑھ گئی ہے۔ سردی مشاعرہ کے لطف کو زیادہ کردیتی ہے۔ آپ کے لیے میری دعا ہے کہ:

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

تحفہ کا منتظر ہوں لیکن خوف یہ ہے کہ میرے غیاب میں مکان پر وی پی آکر واپس نہ ہو جائے۔ انشاءاللہ انتظار کروں گا۔ تحفہ کا آنا میرے لیے اس حیثیت سے بھی مفید ہے کہ اس کے ذریعہ آپ کے مضامین دیکھنے میں آئیں گے۔

میں بھی اورنگ آباد کا قصد کر رہا ہوں۔ دیکھیے خدا کب پورا کرتا ہے۔ زمانہ انسان کو کبھی مطمئن نہیں رہنے دیتا اور احباب کی ملاقات میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا رہتی ہیں۔ مجھے آج یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا کہ میرا قلم بھی مجھ سے دشمنی کر رہا ہے اور صاف نہیں چلتا۔ والسلام بہادر خاں خلق

---

۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء

محب و مہربان من جناب زور صاحب

وعلیکم سلام و رحمۃ اللہ۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ میرا ہندوستان کا سفر غیر متوقع طور پر شروع ہوا اور بہت ہی ناکام رہا۔ ماندور خاں "منسا" جہاز میں ولایت جا رہے تھے۔ مجھ سے آپ نے بھی ایک ملاقات میں کہا تھا کہ اسی جہاز سے تشریف لے جائیں گے اور بھی کئی حیدرآبادی احباب جانے والے تھے۔ میں نے کہا بمبئی تک چل کر انھیں رخصت کروں۔ میرے یہ ارادے مکان میں تحریک کا باعث ہوئے

اور اجمیر شریف لے چلنے کا تقاضہ ہونے لگا۔ مجھے بھی ایک عرصہ سے آرزو تھی اور کام بھی یہاں بلدہ میں زیادہ نہ تھے اس لیے قصد کر لیا۔ بمبئی اور گجرات میں سفر خوشگوار رہا لیکن اجمیر شریف میں مجھے بخار آگیا اور دو ملازم بھی ملیریا میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی علالت تو اب تک جاری ہے البتہ میں ۲۲ روز تک تقریباً فریش رہا۔ اور جب دلی میں بھی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو دہلی اور آگرہ کی سیر کو نامکمل چھوڑ کر گھر آنا پڑا۔ اب البتہ اچھا ہوں۔

مکتبہ کی طرف اپنی بڑھتی ہوئی مصروفیتوں کے باعث میں زیادہ وقت تو نہیں دے سکتا ہوں لیکن پھر بھی مولوی مظفر بیگ صاحب مجھ سے کام لے رہے ہیں اور توقع ہے کہ اس سال مکتبہ کچھ کر سکے گا۔

آج کل میری مصروفیتیں یوں بڑھ گئی ہیں کہ طبقہ جاگیرداران نے مجھے اپنی طرف سے یہاں کی مجلس وضع قوانین کا رکن منتخب کیا ہے۔ میں ان کے لیے ایک قانون کا مسودہ تیار کر رہا ہوں جو ایک طرف سرکار اور اپنے حصہ داران کے مقابلہ میں ان کے حقوق کی حفاظت کرے، دوسری طرف بس اسے اپنی رعایا پر ان کے اختیارات کا تعین ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس سال تقریباً بارہ اسلامی علمی اور اصلاحی اداروں میں مجھے کچھ نہ کچھ عملی حصہ لینا پڑا ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے لیے ایک کام منتخب کرنے کی یہی ایک صورت خیال کی کہ ۵۴ھ کے لیے تمام کاموں میں تھوڑا تھوڑا حصہ لوں تاکہ ۹۵ھ میں مجھے اپنے لیے ایک کو مستقل طور پر قبول کر کے سب سے برائے نام تعلق رکھنے میں سہولت ہو۔ انشاءاللہ محرم ۹۵ھ میں سب سے ضروری اور اہم جس کام کو سمجھوں گا اس کو خاص کر کے اپنے لیے اختیار کر لوں گا۔

تقریریں ہو رہی ہیں اور آج کل جب کہ میں نے ایک دو سیاسی معاملات میں بھی حصہ لیا تو خلاف توقع یہ تقریریں مذہبی تقریروں سے زیادہ کامیاب ہوئیں

آپ نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں از دواج کمسنی سے متعلق شاردا ایکٹ پاس ہوگیا اور اس کی رو سے ۱۴ سال سے قبل لڑکی کی اور ۱۸ سال سے قبل لڑکے کی شادی جرم تعزیری قرار دی گئی۔ اب یہاں حیدرآباد میں بھی بعض آریہ سماج افراد کوشش کررہے ہیں کہ یہ قانون پاس ہو جائے۔ میں کمسنی کی شادی کا سخت مخالف ہوں۔ لیکن اس کی اصلاح کے لیے قانون کی امداد کو زیادہ بری سمجھتا ہوں۔ ہمارے یہاں مذہباً چند خاص اور ممکنہ ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر ہمارے فقہا نے بہ ولایت ولی جائز کمسنی کی شادی کی اجازت دی ہے۔ اس قانون سے یہ رعایت باقی نہیں رہے گی اور ایک حد تک یہ قانون ہمارے پرسنل لا اور مذہب میں مداخلت کرے گا جس کو ہم کبھی منظور نہیں کرسکتے نیز اس کو منظور کرلینے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس قسم کی مداخلتوں کا دروازہ کھول دیا جائے۔ مثلاً طلاق، ازدواج اور ترکہ اناث وغیرہ کہ جس کے مطالبات خلاف شرع بعض ناعاقبت اندیش عورتوں کی جانب سے کیے جارہے ہیں۔ غرض اس بل کی مخالفت بھی میرے مشاغل میں داخل ہے۔

لارڈ ارون وائسرائے گورنر جنرل ہند ۱۶ر ڈسمبر کو یہاں تشریف لائے تھے۔ حیدرآباد نے ان کی خوب خاطر کی تین لاکھ روپیہ ان کی مہمانداری میں صرف کیا۔ مگر چلتے ہوئے انھوں نے اپنی تقریر میں حیدرآباد کی پالیسی سے متعلق خوب زہر اگلا اور تقریباً حیدرآباد کے ہر باشندے کے قلب کو مجروح کیا۔ اس کی تفصیل کا نہ اس خط میں موقع ہے نہ وقت۔

یورپ آنے کا قصد مصمم ہے (انشاءاللہ) اور یقین ہے کہ آپ کے زمانۂ قیام ہی میں آسکوں۔ توقع ہے کہ میں اپریل ۱۹۳۱ء میں یہاں سے روانہ ہوکر حج بیت اللہ سے فارغ اور زیارات حرمین کا شرف حاصل کرنے کے بعد اواخر مئی ۱۹۳۱ء تک یورپ پہنچ جاؤں گا۔ اور جولائی میں آپ کے ساتھ اسپین کی سیر کرسکوں گا۔ دعا فرمائیے

کہ خدا میرے ان ارادوں کو کامیابی دے۔

آپ نے جن افسانوں کے روانہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ میرے نام سے شائع ہونے کی بجائے کسی فرضی مختصر نام سے شائع ہوں۔ اس پر غور فرمائیے پھر آپ جیسا فرمائیں مجھے منظور ہے۔ والسلام۔ خط لکھتے رہیے گا۔

محمد بہادر خاں

---

۱۴ مئی ۱۹۳۰ء

کرم فرمائے بندہ

تسلیم۔ یہ سن کر مسرت ہوئی کہ جناب کا سفر اسپین اس سال ملتوی ہوگیا۔ گرامی نامہ مورخہ ۲۴ اپریل جو مانٹی کارلو سے لکھا گیا تھا پہنچا۔ اس سے قبل لکھے ہوئے جس خط کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ نہیں ملا۔ اس لیے سینما اور جاگیرات کی زبان اردو قرار دینے سے متعلق جناب کے خیالات سے میں اب تک واقف نہیں ہو سکا ہوں۔ آپ نے ہسپانیہ جانے کے لیے جولائی ۱۹۳۱ء میں جو ارادہ کیا ہے اس سے میں واقف ہوں اور توقع ہے کہ میں جولائی ۱۹۳۱ء میں وہاں پہنچ سکوں گا۔ اور امید ہے کہ واپسی آپ کے ساتھ ہوگی۔ یہاں کے حالات الحمدللہ اچھے ہیں۔ عید قرباں کی تعطیلات میں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہوئے۔ اور کئی اہم تحریکیں کامیاب ہوئیں۔ چند روز سے حیدرآباد میں سیاسی ہل چل بھی نظر آتی ہے۔ سری کشن بیرسٹر وغیرہ نے ایک انجمن حیدرآباد ایسوسی ایشن کے نام سے قائم کی ہے جس کو حکومت اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف سمجھا جا رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں یا کسی اور وجہ سے جواب تک معلوم نہ ہو سکی ہے بعض مطابع اور شہریوں کے مکانات کی گزشتہ مہینہ پولیس نے تلاشی بھی لی جس میں بدقسمتی سے مکتبۂ ابراہیمیہ بھی شامل تھا۔ اس پر ایک مضمون کی اشاعت کا الزام تھا جو رہبر دکن

کی کسی سابقہ اشاعت سے نقل کر کے ایک اور صاحب کی فرمائش پر شائع کیا گیا تھا۔ لیکن الحمد اللہ کہ زیادہ پریشانی نہ اٹھانی پڑی اور صرف اخبارات کی سابقہ اشاعتوں کو فراہم کرنے کے بعد معاملہ رفع ہو گیا۔

گرمیاں سخت ہیں۔ مدراس اور بنگلور کی جانب سے سخت بارش کی اطلاعیں مل رہی ہیں۔ باقی حالات الحمد اللہ خیریت ہیں۔

آپ سے یورپ میں ملاقات کا متمنی
بہادر خاں

---

۴ رنومبر ۱۹۳۰ء

حیدوی منزل بیگم بازار۔ حیدرآباد دکن (ہندوستان)

محبی و مکرمی!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۱۹ رستمبر ایک مہینہ سے میز پر رکھا ہے۔ باوجود کوشش کے آج جواب لکھ سکا ہوں۔ معاف فرمایئے۔

آپ کا خط دیکھ کر مسرت بھی ہوئی اور رنج بھی۔ مسرت یوں کہ آپ نے اپنا کام ختم کر لیا اور اب واپس تشریف لا رہے ہیں۔ خدا ہر دوست کو اسی طرح اس کے مقاصد میں کامیاب کرے۔ رنج اس لیے کہ آپ علیل ہیں اور جلد واپس آنے پر مجبور۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ اور خصوصاً اندلس کی حسینیا کے جو خواب میں دیکھ رہا تھا ان کی دلکشی اب آدھی رہ گئی۔

اردو شہ پاروں کو میں نے دیکھا اور نہیں معلوم دل ہی دل میں آپ کو کتنی دعائیں دیں۔ اردو کو جیسی تصانیف کی ضرورت ہے ان میں سے ایک اور بہتر "اردو شہ پارے" ہیں۔ خدا آپ کے قلم کو اس سے زیادہ قوت دے اور آپ اردو کی کما حقہ

خدمت کر سکیں۔ مخالفت کو میں ہمیشہ کامیابی کی دلیل قطعی سمجھتا ہوں۔ شکر ہے کہ آپ محسود اہل قلم ہیں۔

ڈسمبر یا جنوری تک میں اپنا سفر شروع نہ کر سکوں گا۔ جون یا جولائی میں جانے کا ارادہ ہے۔ خدا پورا کرے۔ احمد عبداللہ مسدوسی مجھ سے اکثر ملتے ہیں۔ خیریت سے ہیں۔ اپنے ایل ایل بی کا کورس انھوں نے ختم کر لیا ہے اور اب وکالت کر رہے ہیں۔ توقع ہے کہ مستقبل قریب میں ہم ان کو کامیاب وکیل دیکھیں گے۔

میری تقریروں کی کامیابی سے آپ خوش ہوتے ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے دعا فرمایئے کہ جس بات کی دوسروں کو تلقین کرتا ہوں وہی میرے اعمال سے ظاہر ہو۔

والسلام۔ آپ کا بہادر خاں

---

۲۰ ردے ۱۳۴۹ ف م ۲۵ نومبر ۱۹۳۹ء

بہادر یار جنگ۔ حیدرآباد دکن

جناب مکرم و محترم! السلام علیکم۔ کتابیں پہنچیں۔ ممنون کرم ہوں۔ میری تقاریر ایک صاحب مرتب کر رہے ہیں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کس قدر کام ہوا ہے اگر انھوں نے اپنے طور پر اشاعت کے لیے اصرار نہ کیا تو ضرور آپ کے ادارہ کو اشاعت کے لیے دے دوں گا۔ بلکہ کوشش کروں گا کہ وہ اس پر آمادہ ہو جائیں۔

مولوی سید احمد محی الدین صاحب سے انشاءاللہ آج گفتگو کر لوں گا۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ کا مخلص
محمد بہادر خاں

۱۱ فروردی ن ۱۳۵۰ف م ۱۲ فروری ۱۹۴۱ء

بہادر یار جنگ   مکرمی دامت الطافکم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مجھے افسوس ہے کہ ڈاکٹر رضی الدین صاحب نے اس مسئلہ کو اپنی رپورٹ میں جگہ دینا ضروری خیال کیا۔ اگر وہ اس تذکرے کو نظر انداز ہی فرماتے تو بہتر ہوتا اور اس سے رپورٹ میں کوئی کمی بھی باقی رہ رہتی۔

آپ سے یہ سن کر کہ انجمن ترقی اردو (ہند) ان مقامات پر اپنی جدید شاخ قائم نہیں کرتی جہاں پہلے سے کوئی ادارہ اردو کی خدمت کر رہا ہو بلکہ اسی ادارہ کو اپنی شاخ قرار دے دیتی ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں مولوی عبدالحق صاحب سے گفتگو کی جو اس زمانہ میں حیدرآباد آئے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے بلا تکلف اس بات کو قبول فرمایا کہ ادارہ ادبیات اردو کی موجودگی میں کسی جدید انجمن کی حیدرآباد میں ضرورت نہیں ہے اور یہ طے ہوا کہ اگر ادارہ ادبیات اردو اپنے اسی نام کے ساتھ شاخ انجمن ترقی اردو (ہند) کے الفاظ بڑھائے تو کافی ہے۔ جب میں نے اس کا ذکر آپ سے کیا آپ نے اور آپ کے شرکائے کار تھوڑے تامل کے بعد اس کو قبول فرمالیا تھا اور یہ طے ہوا تھا کہ ایک دن آپ کے ادارہ کے ذمہ دار اصحاب اور مولوی عبدالحق صاحب اور ڈاکٹر رضی الدین صاحب جمع ہو کر اس کو قطعی صورت دیں — اور اسی لیے میں نے آپ سب کو اپنے یہاں دوپہر کے لیے زحمت دی تھی۔ اس دن یہ ظاہر ہوا کہ انجمن ترقی اردو کی ایک جداگانہ شاخ کا وجود ضروری سمجھا جاتا ہے اور گفتگو منقطع ہوگئی۔ بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ ان گزرے ہوئے واقعات کو تازہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر ہوسکے تو پھر اس کی کوشش کیجیے کہ اشتراک عمل پیدا ہو جائے۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

۱۹؍ اسفندار سنہ درج نہیں ہے (غالباً ۱۹۴۰ء ہے)

بہادر یار جنگ بہادر ۔ حیدر آباد دکن

برادر مکرم ۔ السلام علیکم ۔ میر لطیف علی صاحب نے فن خوشنویسی کے احیاء اور خوشنویسوں کے تذکرے کی ترتیب اور خوشنویسی کے اچھے نمونوں کی یکجائی یافت سے متعلق چند تجاویز میرے سامنے پیش کیں ۔ گزشتہ ملاقات میں آپ سے معلوم ہوا تھا کہ ادارہ ادبیات اردو نے بھی اس کام کو اپنے پروگرام میں شامل کر لیا ہے ۔ اس لیے ان کو آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں ۔ ان کی تجاویز پر توجہ اور غور فرمائیے ۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے ۔

محمد بہادر خاں

۲؍ فروردی ۹ ۱۳۴ ف م ۴؍ فروری ۱۹۴۰ء

صدر مجلس اتحاد المسلمین بیگم بازار حیدر آباد دکن

مکرمی جناب زور صاحب التسلیم جلسہ عام کی مصروفیتوں سے فارغ ہو کر آج پہلی فرصت میں آپ کو مکتوب اس کے ساتھ عزیزی سراج الدین احمد صاحب کا نوٹ اور دیگر مسلکات دیکھیے ۔ بات بے شک قابل غور ہے ۔ قاضی عبد الغفار صاحب کو خط لکھا ہے ۔ ان کا جواب بھی دیکھ لینا چاہتا ہوں ۔ اگر تشفی ہو گی تو حقیقت کا ضرور اعلان کروں گا ۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے ۔ مخلص

محمد بہادر خاں

محمد بہادر خاں بیگم بازار حیدر آباد دکن

مکرمی زادت الطافکم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ ۔ حامل ہذا مولوی ریاست علی صاحب میرے

ہم مدرسہ ہیں۔ ان کے والد مرحوم نے طب یونانی و ڈاکٹری پر ایک ضخیم کتاب تالیف فرمائی ہے جس کو نواب مہدی یار جنگ بہادر نے کتب خانہ آصفیہ کی کمیٹی میں روانہ فرمایا ہے۔ میں اس کارروائی میں آپ کی خاص توجہ اور راو رسرپرستی کا متمنی ہوں۔

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

بہادر یار جنگ کے خطوط

نواب ولی داد خاں بہادر کے نام

سید کونین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مکرمی۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ م ۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء بروز جمعہ میرے یہاں میلاد ۔۔۔ حسب نظام العمل مقرر ہے۔

کیا میں توقع رکھوں کہ

جناب بھی معہ احباب شریک ہو کر سعادت حاصل کریں گے۔ والسلام

بہادر یار جنگ

برائے ملاقات۔

صاحب السماحۃ سید امین الحسینی مفتی اعظم و رئیس مجلس الاسلامی الاعلیٰ بیت المقدس

۹

صاحب المعالی محمد علی پاشا العلوبہ سابق وزیر مصر
چاءنوشی کا

۶۳۳

جواب سے مطلع فرمائیے ۔ متمنی ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م ۳۶ / جولائی
پتہ، بہادری منزل بہادر یار جنگ م ۱۰ / شہریور ۱۳۴۲ ف روز چہارشنبہ
بیگم بازار بوقت ۵ ساعت عصر

مکرمی جناب جمعدار صاحب
تسلیم. مزاج شریف. آج میرے یہاں مجلس میلاد ہے. میری دونوں موٹروں کے علاوہ آپ کی ایک گاڑی کی ضرورت ہے.
براہ کرم اسٹائیدر یا اسٹوڈبیکر روانہ فرماکر ممنون فرمائیے ٹھیک ۲ بجے.

بہادر یار جنگ

برادرم زاد اللہ لطفکم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ. خداوند ذوالجلال والکرم نے آپ کو جس نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا ہے اس کا آپ جس قدر بھی شکر کریں کم ہے. آپ ہی کو نہیں بلکہ آپ کے ہر ایک مخلص کو اس سے مسرت ہے. بحیثیت آپ کے ایک قدیم دوست کے میں اس موقع پر ایسے امور کی درخواست کر سکتا ہوں جو ادائے شکر الٰہی کا باعث اور مولود کے لیے سعادت و برکت کا موجب ہو.
حیدرآباد آپ کی فیاضیوں سے بہرہ یاب ہو رہا ہے اور یقین ہے کہ آپ کے

اجداد کا وطن بارہ بستی بھی آپ کی بذل و عطا سے محروم نہ ہوں گے۔ مگر مجھے باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ اللہ کے بندہ محمد بہلول خاں دانائے (جس کو ممکن ہے نہ جاننے والے نادان سمجھتے ہوں) چہ موں میں ایک مدرسہ دار العلوم ماجدیہ کے نام سے قائم کیا ہے اور اس کا مقصد یہی ہے کہ بارہ بستی کے مسلمانوں کو تعلیم سے بہرہ اندوز کیا جائے۔ میں اس کی یکشمت امداد بھی کر رہا ہوں اور ماہوار بھی دینا چاہتا ہوں۔ کیا آپ سے درخواست کروں کہ جھوٹے جمعدار کے نام سے ایک معقول یکمشت عطیہ اس کو عنایت فرمائے اور ماہوار عطیہ کا بھی اعلان فرمائیے۔ تاکہ بارہ بستی کے تشنگان علم کی سیرابی آپ کے ہونے والے جانشین کے لیے سعادت و برکت کا موجب ہو۔

مجھے یقین ہے کہ میری اس قسم کی پہلی خواہش کو آپ رد نہ فرمائیں گے اور میں ایک ایسے عطیہ کا اعلان آپ کی طرف سے کر سکوں گا جو ولی داد خاں جیسے شخص کے لیے موزوں ہو جس کے دست کرم نے ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ ——— میں صرف کر دیا۔ معاف فرمانا۔

آپ کا مخلص
بہادر یار جنگ

---

۷ دسمبر ۱۹۳۵ء م ۳ بہمن ۱۳۴۵ف

جمعدار صاحب مکرم و مہربان زاد الطافکم۔

تسلیم۔ نہایت شرمندہ ہوں کہ آپ کے زمانۂ علالت میں مزاج پرسی کے لیے حاضر نہ ہو سکا۔ اس کے لیے بطور خاص حاضر ہوں گا کہ معافی حاصل کروں۔ کل نواب قدرت نواز جنگ بہادر کمانڈر افواج نظم جمعیت سرکار عالی نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی خدمت میں جو تلوار بطور نذر گزرانی جائے گی اس کا پھل اور چاندی کا وہ قبضہ جس کے نمونہ پر مرصع قبضہ تیار کروایا جائے گا۔ آپ سے منگوالوں گا۔ آپ نے عنایت فرمانے کا وعدہ

فرمایا ہے۔ کاریگر کو سونا دلوا دیا گیا ہے۔ مگر وہ اس وقت تک قبضہ کی گھاٹ تیار کرنے سے معذوری ظاہر کرتا ہے۔ جب تک قبضہ کا نمونہ اور پھل اس کو نہ ملے ۔۔۔ اور وقت بہت ہی کم ہے اس لیے براہ کرم حامل ہذا کے ذریعہ جو میرا معتبر ملازم ہے دونوں تلواریں روانہ فرما کر ممنون فرمایئے۔

بہلول خاں دانا ساکن چوموں کے مدرسہ کی امداد کے لیے یاد دہی کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ نے اس کو فراموش نہ فرمایا ہوگا۔ اگر اس آدمی کے ذریعہ وہ بھی روانہ کر دیا جائے تو مزید تشکر کا باعث ہوگا۔ آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ
۳ ربہمن ۱۳۴۵ ف م ، ۱۰ دسمبر ۳۵ ؁

بہادر یار جنگ کے خطوط

مولوی سیّد یوسف صاحب تصوّر کے نام

(تاریخ درج نہیں ہے)

مکرمی جناب مولوی سید یوسف صاحب تصوّر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ نواب سر بلند جنگ مرحوم کے فرزند جو الٰہ آباد میں وکیل ہیں۔ اور قوم کے اقتصادی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ آج صبح دس بجے آپ کے ادارہ صنعت کا معائنہ کرنے کے لیے میرے ساتھ آئیں گے۔ براہ کرم نہ صرف کاریگروں کو حاضر رکھیے بلکہ کچھ بچوں کو بھی جمع کر لیجیے۔ اور اس طرح تیار رہے گویا کہ آپ کو خبر نہیں ہے کہ میں آ رہا ہوں۔ بہادر یار جنگ دوشنبہ

نئی دہلی کناٹ پلیس فلیٹ نمبر ۱۱ الاکہ تیر تھو رام بلاک یکم ار دی بہشت ۲ الف

م ۵ مارچ ۱۹۳۴ء

بخدمت شریف مولوی سید یوسف صاحب تصوّر

ہیدویہ کلب بشیر آباد زمستان پور حیدر آباد دکن

مکرمی۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ مزاج شریف۔ بہت دنوں سے کوئی خط نہیں آیا۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ انجمن کے کیا حالات ہیں۔ یہاں خواجہ حسن نظامی صاحب نے مجبور کر دیا ہے کہ اپنی گزشتہ سیاحت سے متعلق دو تین تقریریں کروں اور میرے پاس کوئی مواد نہیں ہے۔ ٹال رہا ہوں۔ اگر میری ڈائری یا یادداشتوں کو آپ نے کچھ اتار لیا ہے تو وہی کاپی کافی ہو جائے گی۔ ورنہ آپ کی کاپی پاکٹ بک اور روزنامچہ کی کتاب براہ کرم بعجلت ممکنہ بذریعہ پارسل رجسٹری بلا انشورنس کر کے روانہ کر دیجیے۔ جن کاپیوں کا نوٹ آپ کی کتاب پر آ چکا ہو ان کاپیوں کو بھیجنا تحصیل حاصل ہوگا۔ الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ مکان میں مزاج رو بہ صحت ہے خدا کرے کہ یہ کیفیت مستقل صورت اختیار کرے۔ دعا کیجیے۔ فقط

بہادر

---

۱۸ مارچ ۱۹۳۴ء

بخدمت شریف مکرمی جناب مولوی سید یوسف صاحب

ہیدویہ کلب بشیر آباد زمستان پور حیدر آباد دکن

مکرمی زادت الطافکم۔ السلام علیکم رحمتہ اللہ۔ خط کو ملے ہوئے کئی روز ہوئے۔ کل آپ کی روانہ کردہ سفر کی کتب یادداشت بھی ملیں۔ شکریہ قبول کیجیے۔ کتابوں کے ساتھ آپ کا جو پُر خلوص خط ملا، وہ ہمارے باہمی تعلقات سے متعلق میرے توقعات کی تصدیق کرتا تھا۔ خدا آپ کو اچھا رکھے۔

انجمن کی نسبت سید یعقوب صاحب کو لکھ رہا ہوں۔ مگر توقع نہیں کہ وہ کچھ کریں گے۔ اغاذارمان انتظامی ہماری قوت کو کمزور کرنے کی کوشش ہے لیکن خدا نیتوں کو جانتا ہے انشاء اللہ ہم کامیاب ہوں گے۔ اوائل اپریل میں بلدہ آرہا ہوں۔ آپ سب احباب کے مشورے سے کام ہوگا۔ خواجہ صاحب بہت بڑے جلسے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ غالباً آئندہ ہفتہ میں ہوگا۔ جب کہ تمام والیانِ ریاست بھی دہلی میں جمع ہوں گے۔ نواب صاحب پالن پور کے بھی آنے کی خبر ہے۔ میں ملنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اسمبلی کے ارکان اور مسلم لیڈروں سے تقریباً روز ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ سر اقبال، سر محمد یعقوب سر عبداللہ سہروردی، سر عبدالرحیم کی طویل ملاقاتیں انشاء اللہ نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

اکل کوٹ کی نسبت سید محمد صاحب کو لکھا ہے۔ خط متعاقب لکھوں گا۔ کارڈ لکھنے کی معافی چاہتا ہوں۔ والسلام بہادر یار جنگ

نئی دہلی۔ ۲۵ اردی بہشت ۴۲ ف م ۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء

مکرم و مہربانِ من جناب مولوی سید یوسف صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ خط پہنچا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ کو مفصل خطوط نہ لکھ سکا۔ مکان میں مزاج کی کیفیت کیا لکھوں۔ میری بدقسمتی دہلی میں بھی ساتھ رہی۔ حکیم نابینا صاحب کے علاج سے مزاج زیادہ بگڑ گیا تھا دوسرے علاج بھی مفید ثابت نہیں ہوے۔ اگر سچ پوچھیے تو جیسی حالت میں لایا تھا اس سے کچھ بہتر نہیں ہے بلکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بجائے علاج کے اگر مزاج کو اپنی حالت پر چھوڑ کر صرف یہاں ان کو سیر و تفریح میں مشغول رکھتا تو شاید زیادہ بہتر ہوتا۔ آج کل حکیم اجمل خاں مرحوم کے بھانجے حکیم غلام کبریا خاں صاحب کا علاج ہے۔ میں بھی دعا کر رہا ہوں، آپ بھی کیجیے۔ دس بارہ روز اور یہاں رہوں گا۔ پھر قصد ہے کہ اجمیر شریف

سے ہوکر عرس کے موقعہ پر دولت آباد حاضر ہو جاؤں۔ لیکن گشت سے بعض ناگوار خبریں آرہی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو۔ دنیا میں کبھی یہ حقیقت جھٹلائی نہ جاسکی کہ

من از بیگان گان ہرگز نہ نالم کہ بہ پاس انچہ کرد آں آشنا کرد

یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہماری قوم میں بعض بہت اچھے ورکر موجود ہیں۔ اکل کوٹ سے متعلق ریزولیشن بہت بر وقت پہنچا۔ مجھے توقع ہے کہ خدا آپ کی مساعی کو مشکور کرے گا۔ مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلماء ہند (دہلی) مولانا عبدالماجد ناظم جمعیت العلماء ہند (کانپور) سے فتویٰ حاصل ہوگیا ہے کہ تسبیح کے سننے سے دوسرے مسلمانوں کے نہ ایمان میں فرق آتا ہے نہ گناہ ہوتا ہے نہ ان کے نکاح ٹوٹتے ہیں بعض بہت نازک موقعوں سے گزرنا پڑا۔ ہندوستان کے اکابر علماء کی محفل عقائد کی بحث اور دوسری طرف ایک بے علم ہیچمداں لیکن صدقہ سے خاتمیں علیہ السلام کے خدا نے شرمندہ نہ کیا۔ علمائ ممبران اسمبلی اور لیڈروں کے گروہ میں خاص اثر پیدا ہوگیا ہے۔

ہاں گزشتہ جمعہ یعنی ۲۴ مارچ کو اینگلو عربک کالج کے عظیم الشان ہال میں ایک بہت کامیاب جلسہ ہوا مولانا سر محمد یعقوب ممبر اسمبلی صدر تھے۔ عنوان تھا:

"ایشیا کدھر سفر کر رہا ہے"۔ خواجہ صاحب نے پوسٹر میں اتنی تعریف کی کہ زمین و آسمان کے قلابے ملادیے۔ پوسٹر کی صرف پیش نظر ہیڈ نگ سن لیجیے "دہلی میں نیا ابن بطوطہ" خدا نے اپنا فضل فرمایا۔ ذی علم افراد کا مجمع تھا۔ دو ہزار سے کم تعداد نہ ہوگی۔ تقریر توقع سے زیادہ کامیاب ہوئی۔ حیرت یہ ہے کہ دہلی (مرکز اردو) میں ایک دکھنی کی زبان دوسری تقریری خصوصیات سے زیادہ پسند کی گئی۔ دوسرے روز دہلی کے اردو انگریزی، کانگریسی اور سرکاری سب اخبارات نے اچھے مقام پر اور اچھے الفاظ میں تقریر کا خلاصہ دیا۔ ہندوستان ٹائمز نے بہت اچھی ہیڈنگس قائم کیں۔ کسی اخبار میں دو کالم سے کم مضمون نہ تھا۔ اسی جلسے میں تقاضہ کیا گیا کہ اور تقریریں ہوں۔ ایک ہندو چمن لال نے

صدر کو دورانِ تقریر میں چٹھی لکھی کہ "نواب صاحب کی تقریر قلم بند کر کے ۵۰ ہزار کی تعداد چھپوا کر سارے ہندوستان کے مدارس میں تقسیم کی جائے۔ میں بھی چندہ دوں گا"

خواجہ صاحب نے کل یعنی پنجشنبہ ۳۰ مارچ ایک اور جلسے کا انتظام کیا ہے۔ عنوان "میرا سفر" ہو گا۔ یہ تھا خدائے رحمٰن و رحیم کے فضل و کرم کا کرشمہ جو اپنے ایک گنہ گار بندے پر غربت میں فرما رہا ہے۔ پولٹیکل سکریٹری سے وقت مانگا ہے۔ آج جواب آئے گا۔ کل ملوں گا۔ اور پرسوں آپ کو انشاء اللہ نتیجے سے مطلع کروں گا۔

دفتر کے بعض مددگار جن کا خیال ہے کہ بغیر پولٹیکل ایجنٹس سے کیفیت طلب کیے یہاں سے کوئی قطعی حکم نہ دیا جائے گا۔ کوشش کر رہا ہوں کہ پولٹیکل ایجنٹس سے کیفیت پوچھی جائے تو ایسے الفاظ میں جو ہدایتی ہوں۔ نیز یہاں ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ اگر میرے غیاب میں بھی کارروائی آئے تو اس پر لحاظ کیا جا سکے۔ والسلام

کل بڑے انتظار کے بعد انجمن مہدویہ کی رپورٹ پہنچی۔ چھوٹے بڑے انیس صفحات پر پھیلی ہوئی۔ دیکھ رہا ہوں۔ اپنے ساتھ ہی لاؤں گا۔ شاید بہت بحث کرنی پڑے۔

نواب صاحب پالن پور سے ملاقات ہوئی۔ بہت اخلاق سے ملے۔ ان کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنا پڑے گا۔ فی الحال میں نے حیدرآباد آنے کی دعوت دی ہے۔ وعدہ فرمایا ہے۔ ارادہ ہے وہاں آکر قوم کی طرف سے دعوت نامہ بھیجوں۔ پھر ان سے سب کچھ کروا لینا ممکن ہوگا۔ آدمی نہایت سنجیدہ اور مدبر ہیں۔ فقط بہادر یار جنگ

---

۱۳ آبان ۱۳۴۴ف م ۱۹ ستمبر ۱۹۳۵ء

مکرمی جناب مولوی سید یوسف صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ کل کہنا بھول گیا۔ شنبہ کے روز شام کو مجلس جاگیرداران کے سلسلہ میں ایک ایسا کام نکل آیا ہے کہ جس کا ملتوی

کرنا یا جس میں غیر حاضر ہونا نا ممکن ہے۔ اس لیے براہ کرم ادارۂ مصنوعات عہد و یہ کا جلسہ بجائے شنبہ کے سہ شنبہ کو شام کے پانچ بجے محمدی صاحب کے مکان پر رکھ دیجیے مہربانی ہوگی۔ ارکان محترم کو مطلع فرما دیجیے۔ فقط بہادر یار جنگ

۳ر آذر ۴۴ف م ۱۹ر ستمبر ۱۹۳۵ء

مولوی سید یوسف صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ مجھے ابھی جعفر نے کہا کہ آپ صبح آئے تھے۔ مبلغ ۱۰ روپیہ مرسل ہیں ادارہ کا کام چلائیے۔ رسید روانہ فرمایئے بقیہ رقم آنے کے بعد دونگا۔ بہادر یار جنگ ۳/۱/۴۵ف م ۹ر اکتوبر ۳۵ء

بہادر یار جنگ کے خطوط

حضرت خواجہ حسن نظامی کے نام

(میلادی سنہ کی نسبت نواب بہادر یار جنگ کا خط)

حیدرآباد دکن کے مشہور رئیس و ممبر اسمبلی و سیاح عالم نے میلادی سنہ کی نسبت جو خط لکھا ہے وہ ذیل میں درج ہے اور جواب خط کے آخر میں ہے۔ (حسن نظامی)

مخدوم و مکرم بندہ حضرت خواجہ صاحب دامت فیوضکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ آپ کے بھتیجے سید محمد امام

صاحب مرحوم کی جوانمرگی کے غم میں مجھے اپنے ساتھ شریک تصور فرمائیے۔ خدا آپ کے اور مرحوم کے دوسرے غم خواروں کو نعمت صبر سے سرفراز فرمائے۔

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اکثر ایسی تجویزیں جن پر میں غور کرتا ہوں خدا آپ ہاتھوں پوری کر دیتا ہے۔ آج کل روز نامچہ میلادی سنہ کو دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی۔ جب میں نے شام، فلسطین اور مصر کے کاروباری لوگوں کو بالعموم عیسوی سنہ استعمال کرتے دیکھا اور یہ محسوس کیا کہ سنہ ہجری کو وہ کم و بیش بھلاتے جا رہے ہیں۔ تو وہاں کے اکابر سے اس مسئلہ پر طویل گفتگو کی تھی۔ بلاد اسلامیہ عربیہ میں ایک ایسے شمسی سنہ کے رواج دینے کی ضرورت ہے جو ایک طرف فصول کے مطابق ہو اور حکومت کو ترتیب حسابات وصول محاصل میں مدد دے، دوسری طرف تاریخ اسلام کے مشہور واقعہ بنوت میلاد یا ہجرت سے بھی مطابق رکھے تاکہ مسلمان اپنے کاروبار کے سلسلہ میں اپنی تاریخی حیثیت کو بالکل فراموش نہ کر دیں۔ مصر کے سابق وزیر اوقاف اور رئیس حزب الاحرار محمد علی پاشا نے مجھے بتایا تھا کہ ایک ترکی ہیئت داں نے ایک ایسا سنہ جاری کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کو چار فصلوں یا موسموں (خریف۔ ربیع۔ شتار۔ صیف) پر تقسیم کر کے مہینوں کے نام خریف اول خریف الاوسط خریف الآخر، ربیع الاول، ربیع الاوسط، ربیع الآخر، شتار الاول، ~~شتار الاوسط~~، شتار الآخر، صیف الاول، صیف الاوسط، صیف الآخر رکھتے تھے۔ لیکن وہ سنہ جاری نہ ہو سکا۔

جہاں تک ہمیں تاریخ بتاتی ہے اس قسم کی کوشش گزشتہ چودہ صدیوں میں کئی دفعہ کی گئی ہے۔ جلال الدین ملک شاہ سلجوقی کے عہد میں نظام الملک طوسی کی ہدایت پر حکیم عمر خیام کا بزدگردی سنہ کو جلالی کے نام سے مرتب کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے۔ سلطنت سلجوقیہ کے زوال نے اس سنہ کو بھی مٹا دیا۔ اگر ایران اور

افغانستان کا موجودہ سنہ شمسی اسی کے مطابق اور اسی قاعدے کے مواقف ہے تو غالباً زیادہ صحیح ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں جناب نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ اکبر اعظم کے عہد کی ایک غلطی نے حیدرآباد کے موجودہ سنہ فصلی کو تیس سال آگے بڑھا دیا۔ ورنہ حیدرآباد یہ فخر حاصل کر سکتا تھا کہ وہ ایک اسلامی شمسی سنہ رکھتا ہے۔ اکبر نے اپنے مذہب جدید کے نام سے موسوم کر کے ایک سنہ شمسی جاری کرنا چاہا تو عمر خیام کے سنہ کو منتخب کیا لیکن جب یہ خیال ہوا کہ اس کو واقعہ ہجرت سے مطابق رکھا جائے تو اسی قمری ہجری سال کو جو اس وقت تھا شمسی سنہ الٰہی سے موسوم کر دیا۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ زمین کے اطراف چاند کی بارہ ماہواری گردشوں اور سورج کے اطراف زمین کی ایک سالانہ گردش میں ہر سال دس دن کا فرق ہوتا ہے۔ جس وقت اکبر اعظم نے سنہ الٰہی جاری کیا واقعہ ہجرت کو تقریباً ایک ہزار سال گزر چکے تھے۔ اگر ہر تین سال میں ایک مہینہ کے حساب سے کمی کر دی جاتی تو سنہ الٰہی واقعہ ہجرت سے مطابق ہو جاتا۔

اب اگر حیدرآباد میں سنہ فصلی کی اصلاح کیجائے تو گزرے ہوئے تیس سالوں (یعنی سنہ ۱۳۱۱ سے سنہ ۱۳۴۰ تک) کو دوبارہ شمار کرنا پڑے گا۔ میں نے چاہا تھا کہ اپنی حکومت کے سامنے یہی تجویز پیش کروں کہ ہیئت دانوں کی ایک کمیٹی کے سپرد کر کے اس سنہ میلاد رسالت پناہی سے مطابق کر لیا جائے اور اس کو سنہ میلادی کے نام سے جاری کر دیا جائے۔ اس طرح ناموں کا فرق امتیاز کا باعث ہو جاتا ہے۔

حیدرآباد میں جو مہینے اس وقت رائج ہیں وہ یزدگردی مہینے ہیں جن کو عمر خیام نے اختیار کیا تھا اور جو اب بھی ایران میں رائج ہیں۔ افغانستان نے بارہ برج کے نام پر بارہ مہینے مقرر کیے۔ البتہ حیدرآباد میں نواب مختار الملک مرحوم نے بلحاظ موسم اتنی تبدیلی کی کہ سنہ فصلی ایران کے سنہ شمسی کی طرح فروردین سے نہیں شروع

ہوتا بلکہ آذر سے شروع ہوتا ہے۔

جناب کی یہ تجویز کہ مہینوں کو آئمہ کرام کے اسماءِ گرامی سے شرف انتساب بخشا جائے نہایت مبارک ہے۔ لیکن میں اس کو دو وجوہ سے نامناسب خیال کرتا ہوں۔ اول یہ کہ سنہ ہجری کی موجودگی میں سنہ شمسی کی ضرورت صرف اس لیے لاحق ہوئی تھی کہ موسموں کے تغیر اور فصلوں کی تیاری سے اس کی مطابقت ہے اور کاروباری تجارت میں اس سے کام لیا جائے اس کے لیے یہی موزوں ہے کہ ترکی عالم ہیئت کی تقسیم کو باقی رکھ کر مہینوں کے نام مقرر ہوں۔ دوسرے بزرگان دین کے اسماءِ گرامی کو قلب و دماغ پر ترسیم کرلینا اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں ان کی حیات طیبہ کو شمع ہدایت بنانا مسلم مگر کاروبار کے سلسلہ میں موقع بے موقع ان کا لینا اور ہر قسم کے کاغذ کو اس سے رنگین دینا میرے ناقص خیال میں ان کے اسماءِ گرامی کے ساتھ ایک حد تک سوءِ ادبی کا باعث ہوگا۔ اسی طرح دونوں کے ناموں میں بھی بین تبدیلی کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ (یہ اجمال ہے جس کی تفصیل کی جا سکتی ہے) آخر میں ایک اور چیز عرض کروں کہ علم ہیئت اور ستاروں کی گردش کا حساب ایک نہایت نازک اور مشکل فن ہے۔ کبیسہ (ہر چار سال میں ایک دن کی کمی) کے عمل کے باوجود عمر خیام نے اپنے بنائے ہوئے سنہ کی صحت میں شک کا اظہار کیا تھا اس لیے سنہ عیسوی کے مہینوں جنوری فروری وغیرہ سے اپنے سنہ میلادی مہینوں کو بالکل مطابق رکھنا کہیں آپ کو اپنے سنہ کے مدار میلاد النبی سے دور نہ کر دے۔ پھر ایک اور چیز آپ کے توجہ کے قابل ہے وہ یہ کہ کیا آپ نے یہ تحقیق فرما لیا ہے کہ ایران اور افغانستان کا سنہ شمسی واقعہ ہجرت میلاد سے مطابق ہے اور یہ سنہ یزدگردی نکلا تو تاریخ اسلام سے غیر مطابق رہے گا اور اگر ہمسری ہی ثابت ہوا تو پھر ان کو میلادی کہنا بغیر درستی و ترمیم کے صحیح نہ ہوگا اور کم از کم پچاس سال اس میں بڑھا دینے پڑیں گے کیونکہ ولادت اقدس

معتبر روایات کے لحاظ سے سنہ ۷۵۰ء میں ہوئی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ سب امور آپ کی دور بین نگاہوں کے سامنے ہوں گے لیکن آج دوسرے کاموں سے فرصت ملی اور روزنامچہ دیکھنے لگا تو ان کی طرف آپ کو متوجہ کرنا ضروری سمجھا۔ آخر میں اس کوشش کے لیے میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔

مکرر یہ میرے سرسری خیالات ہیں اگر حضرت اس پر غور فرمانا ضروری تصور فرماتے ہوں تو زیادہ تفصیل سے عرض کروں گا۔

روزنامچہ از خواجہ حسن نظامی مقام اشاعت دلّی

۲۴ جنوری ۱۹۳۳ء صفحہ ۷ ۔ ۸

---

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ ۱۰ اسفندار ۱۲الہٰی

م ۹ جنوری ۱۹۳۳ء بروز دوشنبہ

لال گڈھی جاگیر

مکرم و مخدوم بندہ جناب خواجہ صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ کارڈ پہنچا اور جنتری بھی وصول ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ گزشتہ خط کے لکھنے سے قبل جنتری کا مطالعہ نہ کر سکا تھا۔ خط لکھتے وقت ہرگز میرے ذہن میں نہیں تھا کہ آپ اس کو اخبار میں درج کرا دیں گے۔ میں آپ کی انصاف پسندی سے واقف ہوں اس لیے اپنی معلومات کو آپ تک پہنچا دینا کافی تصور کرتا تھا۔ مجھے یقین تھا (اور اب بھی ہے) کہ واجبی بات کے قبول کرنے میں آپ کبھی دریغ نہ فرمائیں گے۔ اب تک اخبار منادی کا وہ پرچہ مجھے نہیں ملا ہے جس میں میرا خط اور آپ کا جواب شائع ہوا ہوگا۔ اس لیے اپنے خیالات سے

متعلق آپ کے جواب سے واقف نہیں ہوں۔ تاہم جنتری کے ابتدائی صفحات کے پیش نظر جو اجرائے سنہ میلادی کے وجوہ کہے جا سکتے ہیں ذیل کی چند سطریں لکھ رہا ہوں جیسا کہ گزشتہ خط میں بھی لکھا تھا میں سنہ میلادی کے اجرا کو نہایت ضروری سمجھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مجھ سے جس قدر کوشش اس کی اشاعت میں ہو سکے اس سے دریغ نہ کروں۔ آپ کی اس رائے سے لفظاً لفظاً متفق ہوں کہ اگر مسلمانوں نے کوئی ایسا شمسی سنہ اپنے کاروبار، تجارت و زراعت کے لیے جاری نہ کر لیا جو ان کی تاریخ کے کسی اہم واقعہ سے متعلق ہو اور اس کی یاد تازہ کرتا رہے تو رفتہ رفتہ اپنے سنہ ہجری قمری کو بھی بھلا دیں گے اور اپنی تاریخی عظمت سے بے بہرہ ہو جائیں گے۔

جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ صرف یہی ہے کہ ایسے سنہ کو بہت سوچ سمجھ کر اور کامل صحت کے ساتھ جاری کرنا چاہیے تاکہ پھر اس میں کوئی ایسی غلطی نہ رہ جائے جو سنہ فصلی کی طرح ہمارے اخلاف کو ہمیشہ کھٹکتی رہے اور جس کی اصلاح کو بھی مرور زمانہ ناممکن کر دے۔ چند ہی اور صاف باتوں سے نتائج نکالے ہیں ان کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جو باتیں میں پیش کر رہا ہوں وہ ہم کو صحیح نتیجے پر پہنچنے میں امداد دیں گی جیسا کہ میں نے گزشتہ خط میں لکھا تھا ایران کا سنہ شمسی اور افغانستان کا سنہ شمسی دونوں حکیم عمر خیام کے مرتب کیے ہوئے سنہ معلوم ہوتے ہیں جن کی بنیاد اس نے یزد جردی سنہ پر رکھی تھی بہت ممکن ہے کہ ان کو ہجرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق کر لیا گیا ہو۔ کیوں کہ یزد جرد آخری پادشاہ ایران کا زمانہ آقائے دوجہاں کے قرن مسعود سے زیادہ دور کا نہیں ہے۔ میں آپ کے اس خیال سے کسی طرح متفق نہیں ہو سکتا کہ افغانستان کا سنہ واقعہ میلاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق ہے اور میرے خیال

میں یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ افغانستان ایک "مستند اسلامی ملک" ہے اس خاص مسئلہ میں وہاں کے "زبردست علما کی پوری تحقیقات" پر بھروسہ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ مجھے یہ بھی تسلیم نہیں ہے کہ وہاں کے علماء نے گزشتہ چار پانچ صدی میں اس مسئلہ پر کوئی سرسری تحقیقاتی نظر بھی ڈالی ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ یہ ہے کہ مجوسیوں کے مہینوں کو اپنے یہاں استعمال کرنا گوارا نہ کیا اور سنہ جلالی (مرتب کردہ عمر خیام) یا بالفاظ دیگر سنہ یزد جردی کے مہینوں کے نام تبدیل کر دیے۔ چونکہ علمائے فلکیات نے ہمارے نظام شمسی کے آسمان کو بارہ برج (عربی) یا راس (سنسکرت) میں تقسیم کر کے ہر برج کا ایک نام رکھا ہے اور بلحاظ اختلاف نظریہ ہائے قدیم و جدید) آفتاب زمین کے اطراف (یا زمین آفتاب کے اطراف) گھومتے ہوئے ان میں سے ہر ایک برج کے فاصلہ کو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ اس لیے علمائے افغانستان یا حکومت افغانستان نے (غالباً احمد شاہ ابدالی کے عہد میں یا اس کے بعد) یہ مناسب خیال کیا کہ اپنے سنہ شمسی کے مہینوں کے نام بارہ برج کے ناموں پر رکھ دیں۔ میرے خیال میں افغانستان کو بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ان کا سنہ میلادی ہے کیونکہ امیر عبدالرحمٰن خاں نے اپنی مشہور سوانح عمری میں جہاں کہیں "میلادی" کے نام سے کسی سنہ کو استعمال کیا ہے وہ درحقیقت سنہ عیسوی ہے اور "میلادی" سے امیر مرحوم کی مراد میلاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھی۔ میلاد جنتری کے تمہیدی صفحات کے مطالعہ کے بعد میں اپنے کتب خانہ میں تاریخ ولادت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دریافت پر ایک گھنٹہ صرف کرنا ضروری خیال کیا۔ عیسائی مورخین نے ۲۷ اگست ۵۷۰ء تاریخ ولادت قرار دی ہے لیکن اردو زبان کے تقریباً تمام سیرت نگاروں اور مورخوں نے مصری عالم ہیئت محمود پاشاہ فلکی کے حساب کو تسلیم اور اختیار کیا ہے اور ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تاریخ ولادت قرار دیتے ہیں۔ قدیم مورخین عرب

مثلاً ابن خلدونؔ ابن الاثیر جزائیؔ اور طبری وغیرہ نے تاریخ ولادت کو تین طریقوں
سے ظاہر کیا ہے سنہ اعام الفیل میں (اصحاب فیل کے حملہ کے پہلے سال) ۵۷۰ء یا
۴۲ سنہ جلوس نوشیروان میں اور تیسرا قول مختصر التواریخ کا یہ ہے کہ آپ کی عمر شریف
آٹھ سال کی تھی جب کہ نوشیروان کا انتقال ہوا۔ ہم کو نوشیروان کا سنہ جلوس معلوم
نہ ہو سکا لیکن مندان اسلام (صفحہ ۴۰) پر جرجی زیدان نے اس کا سنہ انتقال ۵۷۹ء
لکھا ہے اگر اس میں سے آٹھ سال کم کیے جائیں تو وہی ۵۷۱ء ہو جاتا ہے جو تھوڑ پاشاہ
فلکی کا مستخرج کیا ہوا سال ہے۔ اس تمام تفصیل کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا
کہ جس مسئلہ کو آپ اختلافی خیال فرماتے ہیں اس میں عیسائی اور مسلمان مورخین میں
صرف ۷ ماہ (۲۳) روز کا اختلاف ہے ہم عیسائی مورخین کی روایت کے قطع نظر بھی کر لیں
اور ایک مسلم عالم فلکیات کے استخراج کو اختیار کریں تب بھی اگر آج کوئی سنہ میلادی
ہو سکتا ہے تو (۱۹۳۲ - ۵۷۱ = ۱۳۰۶) سنہ ۱۳۶۱ ہو سکتا ہے نہ کہ سنہ ۱۳۱۱ اخیر
اس خیال کی تصدیق سرکار بھوپال کے بعہد نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحوم سنہ ۱۹۰۴ء
سے جاری کردہ ایک سنہ محمدی سے بھی ہوتی ہے جو اگر اب تک جاری ہے تو آج
جب کہ یکم اسفندار سنہ ۱۳۴۲ف مطابق ۶ رمضان سنہ ۱۳۵۱ھ ہے۔ اس کی تاریخ
۱۴/ جدی سنہ ۱۳۶۱ محمدی ہوگی۔ لالہ جواہر لال وکیل نے اپنی پچاس سالہ تقویم
مجوبیہ میں اس سنہ کو سنہ ہجری قمری اور سنہ فصلی کے ساتھ ساتھ درج کیا ہے۔
سنہ محمدی سے متعلق جو اگر موجود ہے یا اختیار کیا جائے تو آپ کا ہمارا مطلوبہ سنہ ہو سکتا
ہے۔ لالہ صاحب موصوف نے اپنی تقویم کے تمہیدی صفحات (۲۴ تا ۲۸) میں نہایت اچھی
اور فنی بحث کی ہے جو آپ کے خاص توجہ کے قابل ہے غالباً اس سنہ کے جاری
کرنے والوں نے بھی یہی غلطی کی کہ سنہ کی تو اصلاح کر لی لیکن مہینوں میں افغانستان
کی تقلید کی اور تاریخ ولادت سے تطابق کا خیال نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ اس سنہ کا

آغاز بھی تاریخ ولادت سے ۴۲ روز قبل ہو رہا ہے اور مہینے بھی برجوں سے تحویل آفتاب کے مطابق نہیں ہیں ۴۲ روز کا فرق قابل لحاظ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ صفر کو مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر ۱۲ ربیع الاول کو داخل مدینہ منورہ ہوئے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بمشورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محرم ہی سے سنہ ہجری کا آغاز فرمایا گویا سنہ ہجری بھی تاریخ ہجرت سے ایک ماہ ۲۷ روز قبل شروع ہوا ہے لیکن سنہ شمسی کے اجرا میں یہ نقص بھی دور کیا جا سکے تو زیادہ مناسب ہو گا۔

یہ تفصیل تھی میرے اس خیال کی کہ افغانستان کا سنہ شمسی جس کو آپ نے اختیار فرمایا ہے سنہ میلاد نہیں ہے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ برخلاف اس کے افغانستان کا سنہ شمسی ہجرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق ہے اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ اگر ہم سنہ ۵۷۱ء کو سنہ ولادت تسلیم کر لیں تو علامہ شبلی کے بتائے ہوئے ۶۲۲ء کو سنہ ہجرت آقائے دوجہاں ماننے میں حرج نہیں ہے لہٰذا سنہ ۱۹۳۳ء سے جو موجودہ عیسوی سال ہے سنہ ۶۲۲ء کم کر دیجیے تو سنہ ۱۳۱۱ برآمد ہوں گے جس سے ثابت ہوا کہ افغانستان کا سنہ آنحضرت کے میلاد کی بجائے ہجرت سے مطابق ہے دوسرے یہ کہ علمائے فلکیات کے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر قمری سال شمسی سال سے ۱۰ دن ۵۳ گھڑی ۹ پل اور ۵۵ وپل یعنی تقریباً دس دن ۱۸ گھنٹے کم ہوتا ہے اس طرح یہ کمی تین سال کے بعد تقریباً ایک ماہ دو دن اور چودہ گھنٹے تک پہنچ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی عمر کے شمسی اور قمری حساب میں دو سال کا فرق محسوس فرما رہے ہیں۔ ہندوستان میں شمسی سال بھی ہیں اور قمری بھی لیکن ہندو جوتشیوں نے اپنے قمری سالوں میں ہر تین سال کے بعد "لوند" کے مہینے کے نام سے ایک ماہ کا اضافہ کر کے اس کو شمسی سال کے برابر کر لیا۔ لیکن

مسلمانوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ جیسا کہ آپ نے میلادی جنتری کے پہلے صفحہ پر بیان کیا ہے اس خیال سے کہ رمضان اور حج باری باری ہر موسم میں آتا رہے اور موسم کی یکسانیت سے مسلمان گھبرا نہ جائیں۔ سال قمری کو اپنی حالت پر رہنے دیا اور خواہ مخواہ گردش شمسی سے مطابق کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اب اگر ہم سنہ ۱۳۵۱ سال کو جو قمری حساب سے واقعہ ہجرت کو گزر چکے ہیں تین سال سے تقسیم کریں اور ہر تین سال میں ایک ماہ دو دن اور ۶ گھنٹے کی کمی کرتے جائیں تو بحساب گردش شمسی سنہ ہجری معلوم کرنے کے لیے سنہ ۱۳۵۱ سے تقریباً چالیس گھٹانے پڑیں گے اور نتیجہ وہی نکلے گا جو ایران اور افغانستان میں سنہ شمسی کی صورت میں جاری ہے (۱۳۵۱ - ۴۰ = ۱۳۱۱)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو جس شمسی اسلامی سنہ کی ضرورت ہے وہ واقعہ ہجرت سے مطابق ہو یا یوم ولادت سے تاریخی اور مذہبی عظمت کے لحاظ سے میرے نزدیک دونوں مبدا ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں البتہ صحت و سہولت اجراء کا سوال اہم ہے۔ اس وقت دو سنہ ہمارے سامنے ہیں ایک ایران و افغانستان کا سنہ شمسی (جن میں سوا مہینوں کے ناموں کی تبدیلی کے میں کوئی فرق نہیں پاتا) دوسرا بھوپال کا سنہ محمدی جس کی تفصیلات معلوم کرنے کی میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔ مگر آپ اپنے اثرات و تعلقات کی وسعت کے لحاظ سے زیادہ کامیاب کوشش کر سکیں گے۔ حیدرآباد کے فصلی سنہ کو میں فی الحال اس لیے نظر انداز کرتا ہوں کہ اکبر اعظم کے عہد کی غلطی نے اس کو واقعہ ہجرت سے مطابق رکھا ہے نہ یوم ولادت سے جب ہم مذکورہ سنوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیں تو سنہ فصلی کی اصلاح کا سوال اٹھایا جا سکتا ہے اگر افغانستان و ایران کے سنہ کو ہم اختیار کریں تو اس میں یہ سہولت ہے کہ ان دو بڑے ممالک میں

وہ جاری ہے اور دوسرے ممالک میں آسانی سے جاری کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دو سوال پھر بھی غور طلب رہتے ہیں ایک یہ کہ اس کا نام کیا ہوگا۔ اگر یہی نام (شمسی) قائم رکھا جائے تو ہمارا یہ منشا کہ تاریخ اسلام یا آقائے نامدار کی حیات طیبہ کی یاد اس سے تازہ ہو پورا نہیں ہوتا۔ اگر ہم اس کو صرف ہجری کہیں تو سنہ ہجری قمری سے تعرض ہو جاتا ہے اور اگر میلادی کہیں تو یہ ثابت ہو جائے گے بعد کہ وہ سنہ ہجری ہے اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی مجھے دہلوی یا آپ کو حیدر آبادی کہے۔ ایک کو ہجری شمسی اور دوسرے کو ہجری قمری کہنا بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ سنہ کا نام جس قدر چھوٹا اور بامعنی ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ میرے خیال میں چند نام ہیں ان پر آپ بھی غور فرمائیے اور میں بھی غور کرتا ہوں۔ محمدی، احمدی، اسلامی، مدنی (جس سے ہجرت کا مفہوم پیدا ہو سکتا ہے) نبوی (لیکن اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ سنہ کا مبدا تاریخ بعثت ہو) دوسرا سوال یہ ہے کہ مہینوں کے نام کیا ہوں۔ کیونکہ ایران میں مہینوں کے جو نام ہیں وہ اپنے تلفظ کی دشواری کے لحاظ سے بلاد عربیہ میں جاری نہ ہو سکیں گے اس سوال کو میں اس وقت تک ملتوی کرتا ہوں جب میں آپ کے نئے مہینوں کے ناموں سے متعلق اپنے خیالات عرض کروں گا۔ اس سنہ کے اجراء میں حیدر آباد کو یہ دشواری پیش آئے گی کہ اپنے سنہ فصلی کو بیس اکیس سال پیچھے ہٹانا پڑے گا جس سے وہی سال جو گزر چکے ہیں دوبارہ استعمال ہوں گے۔ لیکن نام کی تبدیلی اس مشکل کا حل ہو سکتی ہے۔ اب رہا بھوپال کا سنہ محمدی، میں اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں کیونکہ ہمارے پاس ایک سنہ موجود ہے جو واقعہ ہجرت کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے اب جو سنہ ہو وہ ایسا ہو جس سے رحمۃ العالمین حضرت خیر البشر التحیۃ والسلام کے رونق بخش عالم ناسوت ہونے کی یاد تازہ ہوتی رہے اس کا نام بدل کر سنہ میلادی رکھا جا سکتا ہے۔ اور کوشش کی جا سکتی ہے کہ یکسانیت عمل کے لیے دوسرے ممالک اسلامیہ

بھی اسی کو اختیار کر لیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے بھوپال کا سنہ اپنے مبدا (یوم میلاد) مطابق ہے پھر بھی چاہیئے ہم بھوپال کے سنہ کو اختیار کریں یا افغانستان کے دوسرے کی تحقیقات پر بھروسہ کرنا مناسب نہیں ہے کیا ہندوستان کے طول و عرض میں آپ کے اتنے وسیع تعلقات چار پانچ ہیئت دانوں کی (خواہ ہندو ہوں یا مسلمان) کوئی ایسی کمیٹی منعقد نہیں کر سکیں گے جس میں اس کی صحت پر حسابی نقطہ نظر سے غور کر لیا جا سکے۔ اس خط کو میں سنہ اور اس کے نام اور اس کے مبدا کی بحث پر ختم کرتا ہوں اور آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ مہینوں اور دنوں کے ناموں سے متعلق مجھے کچھ دن غور کرنے دیجئے۔ عید سے قبل ہی ان کی نسبت اپنے خیالات عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ جہاں آپ نے اس کام کو شروع فرمایا ہے کوشش کیجیے کہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ میں آپ کے اور اپنے لیے خدائے عز و جل سے توفیق عمل کا امیدوار ہوں۔ والسلام۔ آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ

روز نامچہ خواجہ حسن نظامی مقام اشاعت دلّی

۲۴ جنوری ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۴ تا ۱۵

نواب بہادر یار جنگ کے خطوط کے جواب میں

حضرت خواجہ حسن نظامی کے ارشادات

جواب۔ میرے عزیز دوست نواب بہادر یار جنگ نے میلادی سنہ کی بابت جو کچھ تحریر کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اسلامی ملکوں میں بھی عیسوی سنہ غلبہ حاصل کر رہا ہے۔

۲۔ نواب صاحب نے اپنی سیاحت کے زمانے میں اس خرابی کو محسوس کر کے

اکابر سے گفتگو کی تھی۔

۳۔ گذشتہ زمانے کی مسلمان حکومتوں نے بھی اسلامی سنہ جاری کرنے کی سعی کی تھی۔

۴۔ نواب صاحب میلادی سنہ کے اجراء سے خوش ہیں اور اس کو بہت پسند کرتے ہیں۔

۵۔ کیا حسن نظامی حسن نظامی کا پیش کردہ سنہ یزدگرزی ہے۔

۶۔ کیا افغانستان نے ولادت حضور سرور کائنات کی تاریخ کا حساب کر کے سنہ جاری کیا تھا۔

۷۔ شمسی حساب سے مطابق کرنے کی سعی میں کہیں میلادی مہینہ میں گڑبڑ نہ ہو جائے۔

۸۔ عمر خیام کو بھی اپنے پیش کردہ سنہ پر اطمینان نہ تھا۔

۹۔ حیدر آباد میں ایرانی سنہ ہے۔

۱۰۔ بارہ مہینوں اور سات دنوں کے نئے ناموں میں بے ادبی کا اندیشہ ہے۔

۱۱۔ نواب اس مجمل خط پر طویل بحث بھی کرنی چاہتے ہیں۔

یہ خلاصہ معلوم کرنے کے بعد میں ہر نمبر کا جواب لکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نواب بہادر یار جنگ اپنی خدا داد علمیت و قابلیت سے کام لے کر اس ضروری معاملہ پر سرسری کچھ لکھیں مگر محدود خیالی سے احتیاط کی جائے کیونکہ جس زمانہ میں اور جس ضرورت سے میلادی سنہ جاری کیا گیا ہے اس کے لیے وسعت خیالی ضروری ہے۔

نمبر وار جوابات

۱۔ میں نے بھی میلادی جنتری کی تمہید میں اس خرابی کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان قوم میں آپ جیسے سوچنے والے اور محسوس کرنے والے موجود ہیں۔

۳۔ جو تاریخی تذکرے آپ نے لکھے ہیں ان سے میری معلومات میں اضافہ ہوا ان کی مجھے خبر نہ تھی۔

۴۔ آپ کی طرح ہر دور اندیش مسلمان نے اس تجویز اور عمل کو پسند کیا ہے۔

۵۔ میں نے میلادی جنتری کی تمہید میں سب تفصیل لکھ دی ہے۔

میرا مجوزہ سنہ ہر تقلید سے آزاد ہے، البتہ افغانستان کے مروجہ سنہ کو اختیار کیا ہے کیونکہ ہز اکسلنسی سردار عبدالرسول خاں صاحب قونصل جنرل افغانستان سے معلوم ہوا تھا کہ افغانستان میں میلادی حساب کے بموجب سنہ کا حساب رکھا گیا ہے میں حساب بالکل نہیں جانتا میں نے حضور کی ولادت و وفات کی تاریخیں متعدد کتب تاریخ میں دیکھ کر حساب کرایا تو اختلاف باقی رہا۔ اس لیے میں نے ضرورت کو سامنے رکھ کر تاریخی مشکلات کو چھوڑ دیا اور افغانستان کے مروجہ سنہ کی پیروی کافی سمجھی۔

۶۔ مجھے یقین ہے کہ افغانستان کی حکومت نے علما اور ہیئت دان اصحاب کے مشورہ سے یہ سنہ جاری کیا ہوگا۔

۷۔ میں نے میلادی جنتری کی تمہید میں لکھ دیا ہے کہ شمسی حساب یعنی میرا میلادی سنہ محض دنیا کے کاروبار میں استعمال ہو باقی مذہبی مراسم ہجری و قمری حساب کے ماتحت رہیں۔ لہٰذا میلاد شریف کی تاریخ بھی قمری حساب کے اندر ہو گی۔ اور رمضان و عیدین و محرم و حج وغیرہ مراسم مذہب بھی قمری و ہجری حساب سے ہوا کریں گے۔

۸۔ عمر خیام کو اگر اطمینان نہ تھا تو اس کی علمیت کا کمال تھا اور مجھے یہ اطمینان ہے وہ اپنی کم علمی کے سبب ہے کیونکہ میں نے اپنی کم علمی کو محسوس کر کے ایسا راستہ اختیار کیا ہے جو محض کاروباری سلسلہ میں مسلمانوں کو عیسائیت کی غلامی سے بچائے اور میلادی سنہ عیسوی کے ساتھ ساتھ چلتا رہے تاکہ جب یہ لکھیں کہ آج ماہ علی کی پہلی ہے تو ہر شخص سمجھ لے کہ آج جنوری کی پہلی ہے۔ اس لیے میں نے عیسوی حساب کو میلادی و اسلامی

لباس پہنا دیا ہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

۹۔ مجھے یقین ہے کہ قبیلہ اسلام اعلیٰ حضرت حضور نظام آتش پرستوں کے ایرانی سنہ کو اپنے ملک سے ترک کر کے میلادی سنہ جاری کرنے کا حکم دیں گے۔

۱۰۔ میں نے میلادی جنتری کی تمہید میں اس خطرے کو بھی ظاہر کر دیا ہے کہ بارہ اماموں کے ناموں کو استعمال کرنا بے ادبی خیال کیا جائے گا۔ مگر میں نے ایک بڑی اور اہم ضرورت کو پورا کرنا چاہتا ہوں یعنی مسلمانوں کو عیسائی سنہ کی غلامی سے بچانا اور بارہ اماموں کے ناموں کو ہر مسلمان کی زبان و قلم پر رائج کرنا ہے۔ اس لیے میں بے ادبی کے وہم کی پابندی نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کی تبلیغ کا خدا نے حکم دیا ہے مگر ساتھ ہی فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو پاک لوگ ہاتھ لگائیں ناپاک لوگ ہاتھ نہ لگائیں۔ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ قرآن مجید کو ماننے والے ہمیشہ پاک جسم اور پاک عمل رہنے کی کوشش کریں اور اس کے بعد قرآن مجید کی تبلیغ شروع کر دیں۔ کروڑوں قرآن مجید چھاپے خانوں میں چھاپے جاتے ہیں اور ان سے قرآن مجید کی تبلیغ کا فرض ادا ہوتا ہے لیکن چھاپے خانوں میں ادب کا ملحوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے تو کیا تبلیغ کے ایک بڑے فرض کو ادا کریں یا بے ادبی کے اندیشہ سے اس بڑے فرض کو ترک کر دیں۔ اگر ہمارے بڑے ایسا کرتے تو قرآن مجید دنیا سے مفقود ہو جاتا۔ ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق کسی خلیفہ عباسی کے پاس گئے۔ خلیفہ نے دانستہ ایک کرسی رکھی تھی جس پر ایک بھاری قرآن مجید رکھوا دیا تھا تاکہ امام کو مجبوراً فرش پر بیٹھنا پڑے۔ خلیفہ کرسی پر بیٹھا رہے اور اس طرح امام کی ذلت ہو۔ امام نے جب یہ بات دیکھی تو وہ قرآن کے اوپر بیٹھ گئے۔ خلیفہ نے کہا کرسی پر قرآن ہے تو امام نے کہا میں نے دیکھ لیا ہے اور ناطق قرآن کو قرآن پر رکھا ہے۔ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا جائے تو بے ادبی نہیں ہوتی میں خود قرآن ہوں اور بولتا قرآن ہوں اس لیے میرا قرآن پر بیٹھنا گویا قرآن کو قرآن پر رکھنا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ امام جعفر صادق اپنے پاکیزہ عمل کے سبب پاک تھے اس لیے ان کے فعل کی نسبت عباسی خلیفہ کچھ اعتراض نہ کر سکا. مگر امام جعفر صادق کی اولادیں کوئی شخص اگر قرآن کے اوپر بیٹھنا چاہے تو کسی طرح جائز نہ ہوگا، کیونکہ اب عمل کی پاکیزگی کسی سید میں نہیں پائی جاتی. تاہم اس واقعہ سے موجودہ بے ادبی کا مسئلہ صاف ہو سکتا ہے کہ میری نیت بارہ امام کے نام کی تبلیغ ہے بے ادبی نہیں ہے. اگر کوئی بے ادب نافہم بے ادبی کرنا چاہے گا تو وہ خود گنہگار ہوگا اور وہ اگر بے ادبی چاہے گا تو میرے پیش کردہ بارہ مہینوں کے ناموں کا محتاج نہیں رہے گا. بے ادبی کے لیے اس کو ہر جگہ سے بارہ اماموں کے نام مل سکتے ہیں.

پس بارہ مہینوں کے نئے نام اور سات دنوں کے نئے نام محض ایک فرضی بے ادبی کے اندیشہ سے جاری نہ کیے جائیں تو ایک بڑی اور نہایت ضروری تبلیغ کا فرض فوت ہو جائے گا. لہذا آپ کو اور ہر مسلمان کو یہ خیال ترک کر دینا چاہیے.

جس وقت ایک مقام پر جو بارہ دلی کے پاس ہے سات ہزار راجپوت ساڑھے پانچ لاکھ راجپوتوں کے نمائندے بن کر اس بات کا فیصلہ کر رہے تھے ہم مسلمان رہیں یا ہندو ہو جائیں اور وہاں آریہ لیڈر بھی موجود تھے اور میں بھی تھا تو ایک مولوی صاحب نے کہا کہ جب تک تم سب ختنہ نہ کراؤ گے اور اسلامی نام نہ رکھو گے تمہارا اسلام قبول نہ ہوگا اور مولوی صاحب کی یہ تقریر سن کر ساڑھے پانچ لاکھ راجپوتوں کے سات ہزار نمائندوں نے یہ جواب دیا تھا کہ ہم اس بڑھاپے میں ختنہ نہیں کرائیں گے اور ہماری جاگیروں میں جو نام لکھے ہوئے ہیں ان کو بھی نہیں بدلیں گے البتہ اپنے بچوں کا اسلامی نام رکھ دیں گے اور ان کے ختنہ بھی کرا دیں گے اگر یہ منظور نہ ہو تو ہم سب مجبوراً ہندو ہو جائیں گے اور اس کا گناہ آپ کو ہوگا. کیونکہ ہم اسلام کو پسند کرتے ہیں مگر اس عمر میں اور جاگیروں کی ایسی مجبوری میں نہ ختنہ کروا سکتے ہیں نہ نام بدل سکتے ہیں. اس وقت میں نے یہ فیصلہ کن

تقریر کی تھی۔

تم کو بڑی عمر میں ختنہ کرانا ضروری نہیں ہے کیونکہ ختنہ سنت ہے اور بلوغت کے ستر پوشی فرض ہے اور سنت کے لیے فرض کو توڑنا تعلیم اسلام کے خلاف ہے اور نام بدلنا بھی ضروری نہیں ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں جس قدر مسلمان ہوئے تھے ان کے نام نہیں بدلے گئے البتہ دو چار نام بدلے گئے تھے جن کے ناموں میں مشرکانہ الفاظ تھے۔

میرے اس فیصلہ کو سن کر سات ہزار نو مسلموں نے فیصلہ کر دیا کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمان رہیں گے۔

اس واقعہ سے نواب بہادر یار جنگ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اہم ضرورت اور مصلحت کے موقعہ پر بعض دینی اندیشوں کا لحاظ نہ کرنا چاہیے لہٰذا میلادی سن کے مہینوں کے نئے ناموں میں بھی بے ادبی کا خوف نہ کرنا چاہیے۔

۱۱۔ اگر نواب بہادر یار جنگ اس مسئلہ پر کوئی واضح بحث کرنی چاہتے ہیں تو خود قلم اٹھا کر اخبار عادل کے میدان میں تشریف لائیں اور عادل کو ممنون فرمائیں اور کچھ ارشاد فرمائیں وہ تیغ و قلم کے مالک ہیں کہ جہد و جہد میں ان سے کیا بحث کر سکتا ہوں کہ مظلوم سید ہوں تاہم مجھ یقین ہے کہ نواب بہادر یار جنگ جو کچھ لکھیں گے وہ نہایت مدلل ہوگا کیونکہ وہ امیر بھی ہیں اور عالم بھی اور میں غریب بھی ہوں اور کم علم بھی۔

حسن نظامی

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی دہلوی

۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء صفحہ ۸ تا ۱۰

مجلس اتحاد المسلمین مملکتی کا نظام نامہ

قائد ملت کا مکتوب ہز اکسلنسی صدر اعظم بہادر کی خدمت میں

قائد ملت کا مکتوب۔ نظام نامہ کے ساتھ قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر نے ہز اکسلنسی صدر اعظم بہادر حیدرآباد کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب روانہ کیا تھا۔

یہ بات عالی جناب سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین مملکت اسلامیہ آصفیہ مسلمانان دکن کی واحد نمائندہ جماعت ہے جس کی چار سو سے زیادہ شاخیں تمام ممالک محروسہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور جس تنظیم کے ساتھ تمام مسلمانان دکن وابستہ ہیں۔ اس جماعت کے اغراض و مقاصد اور مسلک سے واقفیت اور اس کی کل حیدرآباد میں وسیع تنظیم کا اندازہ کرنے کے لیے اس کے دستور العمل کی ایک کاپی رشتہ ہذا ہے۔ مجلس اس پر فخر کرتی ہے کہ وہ ایک ایسی سلطنت سے متعلق ہے جس کا شعار رعایا کی فلاح و بہبود رہا ہے اور جس کے سایۂ عاطفت یہاں اپنے اور پرائے ہمیشہ امن و راحت کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ملک میں ایک اچھی حکومت مجلس کی بہترین تمنا ہے لیکن دنیا کی کوئی کامیاب سے کامیاب حکومت بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ نقائص سے پاک اور تنقید سے بالاتر ہے۔

مجلس نہایت صداقت کے ساتھ اور اصلاح کی نیت سے ہمیشہ محسوس اور ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے نظم و نسق میں بہت سی باتیں اصلاح کے قابل ہیں اور ملک شاہراہ ترقی کی ابتدائی منزلوں میں ہے۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ملک کی طاقتوں اور صلاحیتوں کو صحیح طریقہ پر استعمال کیا جاتا تو ہمارا ملک آج سے کہیں زیادہ بہتر اور آگے ہوتا جیسا اور جہاں اس کو ہم آج دیکھ رہے ہیں۔

اس لیے مجلس کا ہمیشہ سے یہ شعار رہا ہے کہ اس نے حکومت کو ہر مناسب موقع پر دوستانہ انداز میں دعوت اصلاح و ترقی دی اور عوام کے صحیح جذبات و ضرورت سے آگاہ کیا تاکہ صحیح معنوں میں حکومت کامیاب اور ترقی پذیر بنائی جاسکے۔

مجلس عہدۂ جلیلہ صدارت عظمیٰ کی تبدیلی کو ملک کے لیے ایک فال نیک تصور کرتی ہے اور عالی جناب سے متوقع ہے کہ صحیح رائے عامہ کو پیش نظر رکھ کر مملکت کی ہر جہتی فلاح و بہبود کی طرف جلد توجہ فرمائی جائے گی۔ مملکت کے دستور سے متعلق مجلس نے اپنے خیالات، اپنی یادداشت مورخہ اردی بہشت ۱۳۴۸ ف موسومہ عالی جناب صدر اعظم بہادر وقت میں تفصیل سے ظاہر کر دیے ہیں اور حیدرآباد بیرونی تعلقات عسکری استحکام اور علاقہ جات کی واپسی اس کے مسلک کی ترجمانی اس کی یادداشت مورخہ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۳۵۹ھ موسومہ صدر اعظم بہادر سے ہوتی ہے۔ ان دونوں یادداشتوں کا ایک ایک نسخہ عالی جناب کی توجہ کے لیے منسلک ہے۔ نظم و نسق حکومت کی نسبت مجلس نے اپنی متعدد قراردادوں کے ذریعہ حکومت کو وقتاً فوقتاً متوجہ کیا اور میں نے عالی جناب کی تشریف آوری کے ذکر سے فائدہ اٹھا کر انور کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے بعض اہم اور اصولی باتوں کی طرف عالی جناب کی توجہ مبذول کرائی تھی۔ مجلس ممنون ہے کہ اس کی طرف توجہ فرمائی گئی اور یقین رکھتی ہے کہ اس توجہ کے نتائج بہت جلد برآمد ہوں گے۔ اپنی اسی تقریر میں میں نے اعلان کیا تھا کہ مجلس عنقریب مفصل تجاویز مرتب کر کے جناب کی خدمت میں پیش کرے گی۔ چنانچہ مجلس نے ان تجاویز پر کامل تین مہینے غور کیا اور اب مجلس عاملہ کی منظوری اور مجلس شوریٰ کی توثیق کے بعد ان تجاویز کو عالی جناب کی خدمت میں پیش کرنے کی مسرت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ تجاویز مجلس کے اس مسلک کے پیش نظر مرتب کی گئی ہیں کہ ملک میں حکومت کو کسی خاص جمہوری

نوعیت کے دستور کا پابند کیے بغیر اچھی حکومت ہو جس کا مفاد بلالحاظ مذہب و ملت ملک کے ہر باشندہ کو حاصل ہو۔ ان تجاویز کو پیش نظر رکھتے ہوے مجلس کو حکومت کی مشکلات کا پورا پورا لحاظ ہے۔ مجلس جانتی ہے کہ ان تجاویز میں سے بعض ایسی ہیں جن کو فوراً پورا نہیں کیا جا سکتا۔ بعض تجاویز کے لیے حکومت کے مالیہ کا پوری تفصیل سے جائزہ لینا پڑے گا لیکن پھر بھی بہت سی تجویزیں ایسی ہیں جن پر فوراً توجہ کی جا سکتی ہے اور جن سے نظم و نسق کی تین چوتھائی برائیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ مجلس یقین رکھتی ہے کہ عالی جناب مسلمانان دکن کے ان متفقہ جذبات و احساسات کا پورا پورا احترام فرمائیں گے اور ان کے ان مشوروں پر اپنی پہلی فرصت میں توجہ فرما کر ملک کی ان توقعات کو پورا فرمائیں گے جو عالی جناب سے اس نے وابستہ کی ہیں۔

آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ

رہبر دکن - ۵ر دے ۱۵۱ف م ۹ر نومبر ۱۹۴۱ء یکشنبہ

بہادر یار جنگ کا خط
نواب صمد یار جنگ کے نام

بخدمت شریف جناب نواب صمد یار جنگ بہادر معتمد سرکار عالی صیغہ افواج نیم سرکاری مورخہ ۲ر شہریور ۱۳۴۳ف ذریعہ کمیٹی تنظیم فوج بے قاعدہ کی روداد اجلاس ہشتم کا اقتباس اور بعض مراسلہ جات کے نقول وصول ہوے جس کے لیے میرا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔ آج کی کمیٹی میں بذات خود حاضر ہو کر اپنے خیالات عرض کرتا لیکن بوجہ علالت حاضری سے مجبور ہوں اس لیے ذریعہ ہذا اظہار خیال کی اجازت چاہتا ہوں:

جناب عالی جب سے کمیٹی تنظیم فوج بے قاعدہ قائم ہوئی میں یہ توقع کر رہا تھا کہ فوج بے قاعدہ کی نحوست اور بدبختی کا دور ختم ہو رہا ہے۔ اس قدیم اور تاریخی فوج کی حیات ثانیہ کا زمانہ آ رہا ہے۔ اسی توقع پر میں نے تنظیم کی کمیٹی میں بحیثیت نمائندۂ جمعداران اپنی شرکت کو قابلِ صد ہزار مسرت خیال کیا تھا گو مجھے اس کے صرف ایک ہی اجلاس میں چند دقیقوں کے لیے بیٹھنے کی عزت حاصل ہوئی لیکن آج اس کی روئداد میرے سامنے ہے اُس کے مدنظر یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ کمیٹی تنظیم جدید فوج بے قاعدہ کا نام اگر کمیٹی تخفیف فوج بے قاعدہ ہو تا تو زیادہ موزوں ہوتا۔

۲۔ سررشتہ افواج کے افسر اعلیٰ کی حیثیت میں مجھے یقین ہے کہ جناب فوج بے قاعدہ کی تاریخ اور ہیئت ترکیبی سے کماحقہ واقف ہیں۔ لیکن چونکہ میں اپنی اس یادداشت کو معزز ارکان باب حکومت کے ملاحظہ میں لانا چاہتا ہوں۔ نیز اب جب کہ یہ مسئلہ اپنی آخری حدوں پر پہنچ چکا ہے میں اس کو پریس اور پبلک میں بھی لانا چاہتا ہوں۔ اس لیے مجھے اجازت دیجیے کہ فوج بے قاعدہ کی مختصر تاریخ و تعریف ذیل میں عرض کروں۔

ف۔ میں اس فوج کو ان عساکر قہار کا نقش آفریں کہہ سکتا ہوں جس نے اپنے ڈیرے شہنشاہ عالمگیر کے لوائے فتح وظفر سایہ میں قلعہ گولکنڈہ کی دیواروں کے نیچے ڈالے تھے انھیں کے اجداد تھے جن کے نعرہ ہائے فلک شگاف نے آصف جاہ اول کی ہمراہی میں برہان پور کے میدانوں کو عرصہ محشر بنا دیا تھا ہم اسی فوج کی ٹمٹی ہوئی یادگار ہیں جس نے کھڑلہ کی جنگ میں نواب نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے زیر قیادت مرہٹوں کے دانت کھٹے کر دیے تھے۔ انھیں فوجیوں کے قابل صد ہزار فخر و مباہات اجداد تھے جنھوں نے اپنے آقائے جم جاہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کی محبت کا پاس نہ کیا۔ اور سلطنت آصفیہ کے عالی قدر حلیف کا . . .

...... میں ایسے وقت میں بار دو سمجھا جب کہ وہ مورخ کے لیے کچھ اور ہی مواد فراہم کر رہی تھی. میں کچھ کہہ سکتا ہوں کہ ایک طرف سے مرہٹوں دوسری طرف سے میسوریوں اور تیسری طرف گھر کے بھید و زمینداروں کی........ مرہٹیں اور سلطنت آصفیہ کو وہ استحکام حاصل ہوا. جو آج بے مثل ہے تو اُس کی بڑی حد تک ذمہ داری اسی فوج بے قاعدہ کے حق میں تسلیم کی جاسکتی ہے.

زمانہ متغیر ہے وہ بدلا اور اس کے ساتھ حالات بدلے ہر علم و فن کی طرح فنِ حرب نے بھی ترقی کی اور جس طرح ہماری زندگی کا ہر شعبہ زیادہ سے زیادہ گراں قیمت ہوتا گیا. اسی طرح آلاتِ حرب اور فنِ حرب گراں قیمت اور بطی الحصول ہو گیا خارا شگاف تلواریں جن کی تعریف سے مشرقی شاعری معمور ہے زینتِ در و دیوار ہو کر رہ گئیں تیر اور کمان شاعرِ مشرق کے لیے چشم ابرو یار کی مثال سے زیادہ کوئی چیز نہ رہی سپر اور خود و زرہ کی طرف دیکھ کر تازہ ایجاد بندوقیں اور بم کے شل مسکرانے لگے. آج سے پہلے ایک سپاہی اپنے محلہ کے اکھاڑے میں گرہ سے کچھ خرچ کیے بغیر سب کچھ حاصل کر لیتا تھا. لیکن آج جب تک کسی باقاعدہ فوج میں شریک ہو کر تعلیم حاصل نہ کرے کچھ نہیں سیکھ سکتا. ان سب سے بڑھ کر ملک کے امن و امان اور جوہرِ سپاہیت کے دکھانے کے مواقع کے فقدان نے فوج بے قاعدہ کے سپاہیوں کو بیکار بنانا شروع کیا یہاں تک کہ میں آج ان سپاہیوں کی اولاد میں کچھ بھی نشان سپاہیت نہیں پاتا جن کے اجداد کل تک پاسبانِ ملک سمجھے جاسکتے تھے ان کی تلواریں زنگ آلود ہو گئیں آفتاب کے ہزاروں دفعہ طلوع و غروب ہو جانے کے بعد بھی وہی تنخواہ پانے کی وجہ سے جو نواب ناصر الدولہ بہادر اور نواب افضل الدولہ بہادر کے عہد، ارزانی و خوشحالی میں وہ پاتے تھے ان کے افلاس نے ان کی بندوقوں اور خود و زرہ کو رہن ساہوکار کر دیا. انھوں نے اولاد کو یہ سمجھ کر پوری تعلیم نہ دی کہ وہ سپاہی کی اولاد ہے. اور

ان کی اولاد نے اس استثنیٰ کی بناء پر تعلیم نہ پائی کہ اُس کو بہر حال اس کے باپ کی آسامی ملتی ہے۔ اور ملک میں ایسے بیکاروں کا اضافہ ہوا۔ جن کو کوئی تلاشِ معاش بھی نہ تھی۔ حکومت نے ان کو کام لینے کے قابل نہ سمجھا۔ اور رفتہ رفتہ ان کو یہ یقین ہوتا گیا کہ ان کی یہ ماہواریں کسی خدمت کے معاوضہ میں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ایسی منصب ہے جس کے بلا ادائی خدمت ہمیشہ ہمیشہ حاصل کرنے کا وہ حق رکھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ ساری خرابیاں ان میں پیدا ہوگئیں جو اس وقت حکومت کے پیش نظر ہیں اور جن سے میں بہت زیادہ واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج حکومت اسی فوج کو اپنے موازنہ پر ایک ناقابل برداشت بار تصور کر رہی ہے اور کوشش کر رہی ہے کہ بلطائف الحیل اس سے سبکدوش ہو جائے۔

ف۔ ان تمام خرابیوں کو قبول کرنے کے باوجود جن کا اوپر ذکر کیا گیا اور یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ فوج بے قاعدہ حکومت کے بجٹ پر ایک ناقابلِ برداشت بار ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ ہم جن آزمودہ کار سپاہیوں کو سلطنت آصفیہ نے ایشیا کے گوشہ گوشہ سے کھینچ کر جمع کیا تھا کہ کس نے بیکار کیا اور کس نے ناکارہ بنایا کیا یہ حکومت کا فرض نہ تھا کہ اپنے جن سپاہیوں پر . . . . . . ساڑھے بائیس لاکھ روپیہ صرف کر رہی تھی ان کو ہر ضرورت کے لیے تیار کرتی۔ اگر آج فوج باقاعدہ کی روزانہ مشق قدر اندازی و شہ سواری و محنت کوشی و زحمت برداری چند مہینوں کے لیے ملتوی کر دی جائے اور جب ان سپاہیوں کے اعضا آرام پسند اور آسائش کوش ہو جائیں . . . . . تو تلوار کی دھار اور دکن کی دھوپ جہنم کی آگ نظر آنے لگی تو ان کو یہ الزام دیا جائے کہ تم ہمارے لیے اور ہمارے موازنہ کے لیے بارِ گراں ہو۔ اس لیے جاؤ ہمارے سایہ عاطفت میں کوئی جگہ نہیں ہے تو کیا میری . . . حکومت کے ارباب حل وعقد اس فیصلہ کو کوئی معقول فیصلہ تصور فرماتے ہیں۔ جہاں حکومت اپنے ساڑھے بیس لاکھ کے نقصان کا گلہ رکھتی ہے وہیں ہم سپاہی حکومت کے ہم کو بیکار

رکھنے کی وجہ سے ہمارے بیش بہا اور لاقیمت جذبۂ سپاہیت کے نقصان کا حکومت پر دعویٰ کریں تو وہ دعویٰ صحیح اور قابل لحاظ نہ ہوگا۔

ف۔ مجھے یقین ہے کہ جناب اور ہر غور کرنے والا صاحب فہم میری رائے سے اتفاق کرے گا کہ بیکار رہنے، بیکار ثابت ہونے اور موازنہ پر بارِ گراں بن جانے کے الزام ہمارے فوجیوں پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی تمام تر ذمہ داری بیکار رکھنے کام نہ لینے اور ہم کو ناکارہ بنانے والی حکومت پر ہے۔

ف۔ شکوہ و شکایت سے درگزر اب یہ امر سخت قابل غور ہے کہ اس خرابی حالت کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ جسدِ حکومت کا ایک حصہ مجروح و علیل ہے سوال صرف یہ ہے کہ اُس کی علالت قابل علاج ہے یا اُس کے زخم اتنے زہریلے ہو گئے ہیں اُس کا قطع کر دینا ہی مناسب ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں ایسے مست اور کاہل مریض بھی ہوتے ہیں جو علاج کی تھوڑی زحمت پر بیماری بلکہ موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر کیا طبیب نے اُن کے علاج کی کوشش کی؟ نسل کا احترام ابھی کا قصۂ پارینہ نہیں ہے بیسویں صدی عیسوی اپنے عہد کے گھوڑوں، کتّوں و مرغیوں کے نسل کا اُس سے زیادہ کہیں احترام کر رہی ہے جتنا عہد جاہلیت کے عرب و پٹھان اپنے سرداران قبائل کی نسل کا بھی نہ کرتے تھے کیا یہ اقطاعِ ایشیا سے چن کر اور چھانٹ کر جمع کیے ہوئے پٹھانوں، عربوں، بلوچوں سندھیوں، راجپوتوں اور دکھنیوں کی اولاد عہد حاضر کے کتّوں اور مرغوں سے بدتر خیال کی جائے گی۔ کیا تنظیم فوج بے قاعدہ کی کمیٹی ان ناکاروں کو باکاران، کاہلوں کو مستعد اور ان خاک آلودہ شعلوں کو مشتعل نہیں کر سکتی۔ کیا حیدرآباد کی دنیائے تدبر و فراست ایسے فرزندوں سے خالی ہے جو علم بردارانِ تاریخ حیدرآباد کی اس بے کار عورات کو بکار آمد بنا سکے۔ میں جانتا ہوں کہ کسی اسکیم پر صرف اعتراض کر دینا صحیح اصول نہیں ہے اس لیے سوالِ افواج بے قاعدہ کی حد تک اس تخفیف سے قطعاً اختلاف

کرتے ہوئے جس سے کمیٹی کی روئداد مورخہ ۲۴ خورداد سنہ الیہ مجری ہوئی ہے ذیل کی اسکیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ اس اسکیم کے اجرا میں دشواریاں نہیں ہیں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا کا کوئی عظیم بالشان کام آسان نہیں ہوتا۔ فقط

بہادر یار جنگ

نوٹ: "تجاویز" "تاثرات بہادر یار جنگ" میں شریک کتاب ہے جو اس کتاب کے فوری بعد شائع ہو رہی ہے۔

بہادر یار جنگ کے خطوط حضرت امجد کے نام

۱۰ اردی بہشت ۵۳ ۱۳ف م ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء

مولوی سید احمد حسین صاحب امجد

مکان نمبر (۷۰-۱) عقب خط صالحین

جناب مکرم۔

مکتوب گرامی ایک طویل سفر سے واپسی کے بعد نظر سے گزرا۔ پہلے مقطعہ سے لفظاً لفظاً متفق ہوں۔ صرف لفظ حسنتاً کی تشریح کرنی پڑے گی۔ جو لوگ ترکِ دنیا کے قائل ہیں وہ بھی ترکِ دنیا کو ضروری سمجھتے ہیں ورنہ لفظ "دنیا" جس معنی میں اس آیۃ شریفہ میں مستعمل ہے اس کا ترک بغیر خودکشی عملاً ممکن نہیں۔

آپ کے معمہ پر میں نے دیر تک غور کیا جو آپ سے حل نہ ہوا وہ مجھ سے کیا حل ہوگا بظاہر معنیٰ فی بطن الشاعر معلوم ہوتے ہیں اور اگر پروانہ شمع نبوی سے مراد شمع نبوی کی ضیائے علوم سے منور ہونے والا پروانہ ہے تو معنیٰ صاف ہو جاتے ہیں۔ جس دن آپ اس کو حل کر لیں مجھے محروم نہ رکھیں۔ فقط۔ بہادر یار جنگ

حضرت امجد کا خط

جناب محترم زاد اللہ اعوانکم فی الدارین

السلام علیکم رحمۃ اللہ برکاتہٗ

پروانہ شمع نبوی کے آگے
چاند اور سورج کو مانند دیکھا ہم نے
انتیس ۲۹ اور تیس ۳۰ کو تو بدلی میں رہا
پہلی رمضان کو چاند دیکھا ہم نے

اس معمے کی تشریح یہ ہے کہ اس دفعہ ۲۹ اور ۳۰ شعبان کو ابر کی وجہ سے ہمارے ہاں چاند نظر نہیں آیا بجائے اس کے پہلی رمضان کو ایک سوختہ جاں (جس کو پروانہ شمع نبوی سے تعبیر کیا گیا ہے) منازل کشمیر کے ہبوط سے نکل کر حیدرآباد کے منازل صعود میں نمودار ہوا مشتاق اور دیدار طلب آنکھوں نے اس چاند کو اس طرح دیکھا کہ شاید کبھی کسی چاند کو نہ دیکھا ہوگا۔ خدا چشم بد سے بچائے میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہمارے اس چاند کو سمجھ گئے ہوں گے۔ اگر آپ اس کو دیکھا بھی چاہیں تو کچھ دیر کے لیے ہم سے ہماری نگاہیں مانگ لیجیے۔

ز مغربی نظرے وام کن بدولت نگر   کہ تا بدیدۂ کمال کمال او بینی

رباعی

ہے اپنے وجود پر تبسم مجھ کو   تقدیر نے مجھ سے کر دیا گم مجھ کو
اپنی صورت کسی نے دیکھی ہی نہیں
میں دیکھ رہا ہوں تم کو۔ اور تم مجھ کو

آپ کا امجد

۳ر خورداد ۱۳۵۳ف
(مطابق ۸ر اپریل ۱۹۴۴ء)

حضرت امجد زاد اللہ مجدکم

معمہ کا حل باعث افتخار ہوا۔ آپ نے چاند سے تعبیر کر کے واقعوں کو نمایاں کر دیا۔ کتنی صحیح تشبیہ ہے۔ اس سے ایک اور بات کا پتہ چلا کہ روشنی ذاتی نہیں مستعار ہے۔ دیکھنے والے کس قدر دھوکہ میں ہیں۔ دعا کیجیے کہ جلوۂ حقیقت کا آفتاب اپنے اندر اس طرح چھپا لے کہ دنیا نورِ جناب کی متوالی نہ رہے اور سب کی نگاہیں اسی ایک سمت اٹھ جائیں جدھر سے چاند پر ضیا افگنی ہو رہی ہے۔ بے شک کبھی جی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھوں لیکن کبھی قرضدار نہیں ہوا ہوں اس لیے نگاہِ غیر کا مقروض ہونا بھی گوارا نہیں اور پھر اصولِ عشق کے بھی خلاف ہوگا کہ جس کو سب کی نگاہیں احاطہ کر لیتی ہیں اسی کو میں بھی تکا کروں۔ آفتاب کی ہر جھلک سے جھپکنے والی نگاہ کو کیونکر جلوۂ آفتاب ہی بنایا جائے۔ کیا آپ اس میں میری کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ اللہ آپ کی فکر کو بلند تر اور آپ کے کلام کو مقبول تر بنائے۔ فقط

بہادر یار جنگ

بہادر یار جنگ کے خطوط

مولوی سید محمود صاحب کے نام

۳۰ر آذر ۵۳ ف م ۵ر نومبر ۴۳ ۱۹ ء

محمد بہادر خاں۔ بیگم بازار۔ حیدرآباد دکن

بخدمت شریف جناب مولوی سید محمود صاحب یداللہی معتمد انجمن حیدریہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ انجمن کے جلسہ عام کا اعلان میری نظر سے گزرا۔ بعض اہم ترمصروفیتوں کی وجہ سے شرکت سے قاصر ہوں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ گزشتہ دو سال میں صدارت انجمن کے فرائض کو میں بالکل انجام نہ دے سکا۔ لیکن اس کی ذمہ داری مجھ پر اس لیے نہیں ہے کہ میرے اصراراً انکار کرنے کے باوجود صدارت پر میرا انتخاب کیا گیا۔

موجودہ دستور انجمن کے مطابق چونکہ صدر ایک کابینہ کو نامزد کرتا ہے اس لیے کابینہ کے تمام افعال و اعمال کی ذمہ داری اصولاً صدر پر ہوتی ہے۔ اپنی ان گنت اور اہم ترین مصروفیتوں کی وجہ سے میں قطعاً اس قابل نہیں ہوں کہ انجمن حیدریہ کے لیے وقت نکال سکوں اور وقت دیے بغیر اپنی کابینہ کی ذمہ داریوں کا شریک نہ ہو سکوں گا۔

اس لیے میں نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اگر اس سال صدارت کے لیے میرا انتخاب کیا گیا تو میں کوئی کابینہ تشکیل نہ دوں گا اور اعلان کر دوں گا میں صدارت

بیحد وشمار ہو رہا ہوں۔ اس لیے جناب سے ملتمس ہوں کہ اگر صدارت کے لیے
میرا نام کوئی تحریک پیش ہو تو از راہ کرم میرا یہ خط انجمن میں پڑھ کر سنا دیجیے۔
میں بحیثیت رکن انجمن تحریک کرتا ہوں کہ آئندہ صدارت کے لیے مولوی عزیز احمد
خاں صاحب نائب صدر کا انتخاب فرمایا جائے۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

---

۱۸ مارچ ۲۳ء م ۱۳ اردی بہشت ۱۳۳۲ف

بخدمت شریف مکرمی جناب مولوی سید محمود صاحب ایڈیٹر الصدق
عقب مسجد حیدر گوڑہ۔ توپ کا سانچہ۔ حیدرآباد دکن

مکرمی تسلیم۔ کارڈ پہنچا۔ انجمن سے متعلق سید یعقوب صاحب کو
لکھ رہا ہوں۔ مگر توقع نہیں ہے کہ کچھ ہوگا۔ اپنی واپسی کے بعد آپ کے مشورے
اور امداد سے کام کروں گا۔ سید منور صاحب کا خط آیا تھا لیکن ہائی کورٹ کے عہدیداروں
کی وجاہت اور حیدرآباد کا محضر ضروری ہے۔ میں نے بھی ان کو لکھا ہے کہ محضر کا
مسودہ آپ کو بھیجیں۔ اگر تاخیر ہو تو آپ اپنے مسودہ ہی کو صاف کر کے دستخط کروا کر
روانہ کیجیے۔ مہلت بہت کم ہے۔ میں مارچ کے آخر تک ہوں۔ اور خود دفاتر حکومت
اپریل کے اوائل میں شملہ منتقل ہو جائیں گے۔ اس فرصت میں میں نے خواجہ حسن نظامی
صاحب کی امداد سے علماء کا ایک فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے کہ تسمیع کا سننا
نہ خلل ایمان کا باعث ہے نہ گناہ، نہ اس سے نکاح فسخ ہوتے ہیں۔ یہ فتویٰ آئندہ
بہت کام دے گا۔ کل انشاءاللہ اس پر مولانا احمد سعید ناظم جمعیت العلماء ہند کے
دستخط ہو جائیں گے۔ مولانا کفایت اللہ صدر جمعیت جیل میں ہیں۔
انشاءاللہ ہندوستان کے اکابر علماء کے اس پر دستخط ہوں گے۔ پوٹل ڈاکٹر ٹیپارڈ

کے عہدیداروں سے بھی مل رہا ہوں۔ انشاء اللہ میدان صاف رہے گا۔ مدد جاستے گے گئے ان کی دیر ہے۔ باقی حالات خیریت ہیں۔ دعا فرماتے۔ والسلام۔ آپ کا

بہادر یار جنگ

مختصر کا مسودہ سمجھئے کی ضرورت نہیں اصل بعد دستخط ہی روانہ کیجئے۔ وقت کم ہے

یکم تیر ۵۲ ۱۳ف م ۱۰ر اگست ۴۳ ۱۹ء

محمد بہادر خاں۔ بیگم بازار۔ حیدرآباد دکن

بخدمت شریف جناب مولوی سید محمود صاحب ید اللطفی

کرمی۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ سید شہاب الدین صاحب اس خط کے ساتھ حاضر خدمت ہو رہے ہیں۔ منشی کامیاب ہیں اور خوشنویس بھی ہیں۔ آجکل یہ دفتر پائیگاہ میں ملازم ہیں لیکن اپنی کم یافت اور گرانی کی وجہ سے سخت پریشان حال ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کے پاس چند جائیدادیں تقرر طلب ہیں۔ میرے لیے باعث منت ہوگا اگر آپ ان کا تقرر کسی موزوں جائداد پر فرما دیں۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

محمد بہادر خاں۔ حیدرآباد ۲۵ ربیع الثانی

بخدمت شریف مکرم بندہ جناب مولوی سید محمود صاحب ید اللطفی

مددگار ناظم کوتوالی اصلاح

مکرمی۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ حامل ہذا سید جعفر صاحب کے والد سید داور صاحب مرحوم دارالطبع سرکار عالی میں کام کرتے تھے اور میرے ملنے

والوں میں تھے۔

ان کے انتقال نے ان کے سارے گھر کو پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ سید جعفر صاحب نے میٹرک تک تعلیم پائی ہے۔ مگر اس امتحان میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اگر آپ کی توجہ اور سعی سے ان کو کوئی مناسب اور معقول ملازمت سررشتہ کوتوالی میں مل جائے تو ایک پریشان حال خاندان کی پرورش کے علاوہ میری ممنونیت کا باعث ہوگا۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

۸ر شہریور ۱۳۵۲ف م ۱۵ر جولائی ۱۹۴۳ء

محمد بہادر خاں۔ حیدرآباد دکن

جناب مولوی سید محمود صاحب ید اللہی

مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حامل ہذا محمد سردار علی صاحب کچھ مدت سے صدر نظامت کوتوالی میں مسعر میاں کرتے رہے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ چند ہنگامی جائدادیں تقرر طلب ہیں۔ اگر آپ کی عنایت اور سرپرستی سے ان کو کوئی موقع مل جائے تو ایک بیکس غریب کی پرورش کا سامان اور میرے لیے ممنونیت کا باعث ہوگا۔ فقط آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

۲۹ر فروردی ۱۳۵۲ف م ۲ر مارچ ۱۹۴۳ء

فلیٹ نمبر (۲) لالہ تیرتھ رام بلاک۔ کناٹ پلیس۔ نئی دہلی

مکرمی ذادت الطافکم۔ وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ جواب پہنچا

یاد فرمائی باعث منت ہوئی۔ الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ مکان میں علاج ہو رہا ہے ابھی کوئی نمایاں فائدہ محسوس نہیں ہوا۔ دعا فرمایئے۔

مولوی سید منور صاحب کا کوئی خط ابھی تک وصول نہیں ہوا۔ میں اس کا منتظر ہوں۔ ان کو جلدی کرنی چاہیے۔ کیونکہ مارچ کے اواخر میں حکومت یہاں سے شملہ منتقل ہو جائے گی۔

میرا خود یہ ارادہ ہے کہ واپسی دولت آباد شریف پر سے ہو۔ اگر عرس شریف میں شرکت کا موقعہ مل گیا اپنے لیے باعث سعادت تصور کروں گا۔ لیکن کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ معلوم نہیں اس وقت تک کیا حالات پیش آئیں۔ حتی الامکان کوشش کروں گا کہ یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ موسم نہایت خوشگوار اور کافی سرد ہے۔ آجکل دہلی اور خصوصاً نئی دہلی پورے بہار پر ہے۔ لیکن اس کی یہ بہار زیادہ سے زیادہ آخری مارچ تک۔۔۔ رہے گی۔

تمام پرسان حال کو سلام محبت پہنچا دیجیے۔ والسلام۔ آپ کا

بہادر یار جنگ

بہادر یار جنگؒ کے خطوط
مدیران اخبارات وجرائد کے نام

(ایک ضروری خط)

مکرمی جناب ملا واحدی صاحب۔ ایڈیٹر نظام المشائخ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ نظام المشائخ کا رسول نمبر پہنچا مولوی امین الدین احمد

صاحب قصوری نے اپنے مضمون "اسلام کی توحید کامل" کے تحت صفحہ (۴۴) پر تحریر فرمایا ہے کہ "مہدویوں کے نزدیک حضرت سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض بنگالی مہاجرین کے نزدیک حضرت سید احمد بریلوی ابھی تک زندہ ہیں"۔ قصوری صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مہدویہ کا ہرگز یہ خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے اعتقاد میں حضرت مہدی موعود (سید محمد جونپوری) علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی رحلت فرمائی اور حضرت کا مزار مبارک فراہ (علاقہ افغانستان) میں واقع ہے۔ جہاں مہدوی زائرین بغرض زیارت جاتے رہتے ہیں۔

براہ کرم میرے اس خط کو اپنے موخر رسالہ کی آئندہ اشاعت میں شائع فرما کر ممنون فرمائیے تاکہ ایک گروہ کے متعلق عام غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ فقط۔

محمد بہادر خاں مہدوی

رسالہ نظام المشائخ بابت اکتوبر ۱۹۲۹ء جلد ۲۴ نمبر ۲ ص ۷۶

---

۱۷ اسفندار ۱۳۱۰ ف م ۹ جنوری ۱۹۳۲ء

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب صبح دکن

تسلیم۔ آپ کے اخبار کی آج کی اشاعت سے سفیر ایران سے متعلق میری سیاحتی تقریر شائع کی جارہی ہے۔ غالباً یہ تقریر اس پمفلٹ کی نقل ہے جو دکن نیوز ایجنسی کی طرف سے اس تقریر کے دوسرے ہی روز جلدی میں شائع کیا گیا تھا۔ میں دکن نیوز ایجنسی کی اس کوشش کو کہ اس نے میری تقریر کو جلد سے جلد حیدرآباد کی پبلک کے سامنے ایک رسالہ کی شکل میں لانے کی کوشش کی قابل استحسان خیال کرتا ہوں۔ اور اس کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن یہ نہ لکھ کر مجھے افسوس ہوا کہ عجلت کے سبب اس میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ زبان

ترتیب اور انداز بیان کی غلطیاں میرے نزدیک قابل لحاظ نہ ہوتیں اگر میں ان میں چند اہم واقعات کی غلطیوں کو محسوس نہ کرتا۔ اس سے مجھے اندیشہ ہوا کہ دکن نیوز ایجنسی کے شائع کردہ پمفلٹ کی اشاعت بجائے مفید ہونے کے پبلک کے لیے مضر نہ ہو جائے۔ اور غلط واقعات ان کے سامنے نہ آجائیں۔ اسی لیے میں نے اپنے آخری جلسہ منعقدہ ۹ر اسفندار ۱۳۴۱ف م ۱۸ر جنوری ۱۹۳۲ء میں اس کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ اور ان کے یہاں جو پمفلٹ بچے ہوئے تھے وہ سب خرید بھی لیے تھے۔

اگر آپ کے اخبار نے رہبر دکن کی طرح میری تقاریر کا خلاصہ حاصل کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا تو ان پمفلٹ کو نقل کرنے اور پبلک میں غلط فہمی پیدا کرنے کی بجائے انتظار فرمایئے کہ مولوی سید محمود صاحب صاحب آستانہ بلڈ نہ ایڈیٹر رسالہ الصدق ان تقاریر کو ایک مکمل رسالہ کی شکل میں شائع کر رہے ہیں کہ میں نے اجازت دے دی ہے۔

اور براہ کرم ان غلط مضمون کی اشاعت کو موقوف کر کے ممنون فرمایئے فقط

[illegible] مخلص بہادر یار جنگ۔

۲۸ر اسفندار ۱۳۴۴ف م ۳۱ر جنوری ۱۹۳۵ء

الاعظم ہفتہ وار، شریا بلڈنگس پتھر گٹی، حیدرآباد دکن

الاعظم نواز۔ وعلیکم السلام

آج جناب کا گرامی نامہ مع احکامِ دل نوازی ملا۔ فی الحال اگر جناب اپنے سالِ پیوستہ کے سفر وحشتیا اسلامی ممالک کے حاصل شدہ خاص تجربات و مشاہدہ اور عالم اسلام و مسلمانانِ عالم کے رجحانات ترقی یا تنزل پر اپنے خیالات کا اظہار

فرما کر عنایت فرمائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ لیکن یہ سارے امور ایک ترقی پسند مسلمان سیاح کے نقطۂ نظر سے ہوں تو اور بہتر ہوگا۔ میرے خیال میں اس موضوع پر آپ ہی جناب کے خیالات قلم بند فرما کر عطا فرمائیں گے۔ انشاءاللہ عنقریب چند موضوعات ارسال خدمت کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ جناب ہر ماہ اپنی رشحات فکر کا کوئی شاہکار الاعظم کی قسمت سے ضرور مخصوص فرمادیں گے۔ فقط

شرمد دستخط ایڈیٹر

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب (بذریعہ پوسٹ کارڈ)

گزشتہ سال دہلی میں خواجہ حسن نظامی صاحب کی خواہش پر میں نے ایشیا کدھر سفر کر رہا ہے کے عنوان پر ایک تقریر کی تھی وہ اُن ہی مطالبہ پر عائد ہے جو آپ چاہتے ہیں اور اگر خودستائی کا گمان نہ ہو تو کہہ سکتا ہوں کہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس کو غور سے پڑھے۔ ایڈیٹر صاحب مکتبہ ابراہیمیہ کی فرمائش پر میں نے اس کو مرتب کر دیا تھا اور وہ مجلہ مکتبہ میں شائع ہو چکی ہے حیدرآباد جو گم ہو جائے گا اگر آپ کسی کو بھیج کر مجھ سے مکتبہ کا وہ نمبر منگوالیں اور اس تقریر کو دوبارہ شائع کر دیں۔ فقط

---

۹ ستمبر ۱۹۴۴ء ۳ آبان ۱۳۵۴ ف

نواب صاحب کا خط مولانا مہر دار علی صابری ایڈیٹر روزنامہ آزاد کے نام

حیدرآباد مسیحکم عزیز برادر دینی

اس خط کی ترسیل سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی ایشیا کی مسلمان رعایا کی بیداری و تنظیم کے لیے انڈین اسٹیٹس مسلم کانفرنس کے قیام کی جانب آپ کی توجہ مبذول کروں۔ انڈین اسٹیٹس پرپس کانفرنس کی موجودگی میں ایسے مرکزی

نظام کی ضرورت اس لیے محسوس کی جارہی ہے کہ اولاً مسلمانوں کو کانگریسی بیجا مداخلت اور بیجا پریشانی کے چنگل سے بچایا جائے۔ ثانیاً مسلمانوں کی موجودہ حیثیت موقف کی حفاظت کی جائے۔ ثالثاً مسلمانوں کے لیے معاشرتی، اقتصادی، مذہبی اور سیاسی حقوق حاصل کیے جائیں۔ علاوہ بریں انڈین اسٹیٹس مسلم کانفرنس چونکہ مسلم لیگ کی ایک ملحقہ جماعت ہوگی اس لیے اس کے قیام سے نہیں اپنے مستقل وجود کو برقرار رکھنے میں مدد ملے گی۔

وقت آگیا ہے کہ ہم کمر ہمت باندھ کر ان ہندوستانی ریاستوں کے مسلمانوں کو مصائب سے بچائیں جہاں ان پر سیاسی غلامی مسلط ہو چکی ہے۔ ان کو اقتصادی اعتبار سے پامال کیا جارہا ہے اور ان کا تمدن خطرے میں ہے۔ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لیے ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد کی جائے گی اور اس سے پیشتر پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ پروپیگنڈے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں تنظیم کے ابتدائی کام کو فوراً وسیع پیمانے پر شروع کر دینا چاہیے۔ تھوڑے عرصہ بعد مسلم لیگ کے وفد کی طرح ہندوستانی ریاستوں میں مسلمانوں کی حالت کا معائنہ کرنے کے لیے انڈین اسٹیٹس مسلم کانفرنس کا ایک وفد مقرر کیا جائے گا۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پیش نظر مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے اپنا اثر و رسوخ صرف کیجیے۔ براہ کرم ایسے افراد اور جماعتوں سے مطلع فرمایئے جنھیں اس مسئلہ سے دلچسپی ہو اور اپنے حلقہ میں رفقاء و احباب میں گرم جوشی کا بلاک قائم کیجیے۔ (روزنامہ "آزاد") آپ کا بھائی

بہادر یار جنگ

۱۴ / ستمبر ۱۹۳۹ء م ۱۸ آبان ۱۳۴۸ ف

جناب کاوش صاحب سلمکم اللہ

بہت اچھا خیال ہے کہ ماہوار علمی ادبی جلسے ہوں اور ان میں جو مقالے اور مضامین پڑھے جائیں ان کو ایک رسالے کی شکل میں شائع کردیا جائے اس سے ایک ان لوگوں کو بھی استفادے کا موقع ملے گا جو جلسے میں شریک نہ رہ سکے تھے، دوسرے اصحاب فکر کے نتائج افکار محفوظ رہ سکیں گے۔

قوموں کے جگانے کی مختلف تدبیروں میں سے یہ ایک بہت اچھی تدبیر ہے۔ میری تمنا ہے کہ خدا آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے اور قوم کو آپ کی کماحقہ امداد و اعانت اور آپ کی اس کاوش سے استفادہ کی توفیق عطا کرے۔ فقط۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں عفی عنہ (الخاطب نواب بہادر یار جنگ بہادر)

بزم مہدویہ جنوری ۱۹۴۱ء صفحہ ۴

زیر نگرانی مولوی محمد کرم علی خاں صاحب۔ بی اے ایل ایل بی

بہادر یار جنگ کے خطوط

معتمدین و صدر ادارہ جات کے نام

مکرمی جناب معتمد صاحب انجمن مہدویہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حامل ہذا کرنپہ کے رہنے والے ہیں

اور فن پارچہ بافی سے واقف ہیں۔ آج میرے یہاں اس غرض سے آئے تھے کہ میں ان کو کوئی کام دلاؤں۔ کیا مناسب نہ ہوگا کہ صاحب معاد ملہ کا تصفیہ کر کے ادارہ مصنوعات مہدویہ کا کام ان کے سپرد کیا جائے۔ اس پر خود بھی غور کیجیے اور مولوی غلام علی صاحب محمدی سے بھی مشورہ کیجیے۔

میں آپ سے آئندہ انتخابات انجمن سے متعلق بھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں براہ کرم آج ہی یا کل کسی وقت مجھ سے ملیے گا۔

بہادر یار جنگ

$\frac{15}{12}$ ۱۳۵۴ف م ۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ[1]

آپ کو معلوم ہے کہ کسی اجتماعی تحریک کے مستقبل کا تمام تر انحصار تحریک رضاکاران پر ہے۔ اسی جماعت سے مستقبل کے زعیم اور قائد پیدا ہو سکتے ہیں گزشتہ سال اس کی اساسی اہمیت کے مدنظر میں نے چاہا تھا کہ اس کی تنظیم میں خود کروں لیکن مجھ پر صدارت کی وجہ سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان سے ناممکن ہے کہ میں اتنا وقت بچا سکوں کہ پورے ممالک محروسہ کی تنظیم رضاکاران کی ذمہ داری

---

[1] غالباً یہ خط یامین زبیری معتمد ملکتی مجلس کا موسومہ ہے۔ یامین زبیری صاحب نے اپنے مضمون "اجتماعی تحریک کے مستقبل کا تمام تر انحصار تحریک رضاکاران پر ہے" مجلس اتحاد المسلمین کا رضاکارانہ نظام" کے درمیان چوکھنڈی میں نقل کیا ہے۔ فبروری ۱۹۴۵ء

صفحہ نمبر ۱۵ صحت عامہ رضاکار نمبر

قبول کروں۔

اب کی مرتبہ بہت غور و فکر کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ اس تنظیم کی تکمیل کے لیے آپ سے بہتر کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا اس لیے آپ کو زحمت دے رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ تمام ممالک محروسہ کے سالار اعظم کی حیثیت سے تنظیم رضاکاران کا کام ذمہ دارانہ طور پر قبول فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی ہمت عالی میری اس خواہش کو پورا کرنے پر آپ کو آمادہ کر دے گی اور ان تمام مشکلات پر غالب آئیگی جو اس کام میں پیدا ہو سکتی ہیں۔

میں اعلان کے لیے آپ کے جواب کا منتظر ہوں گا۔

جناب مکرم!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ یہ امر آپ سے زیادہ کس پر واضح ہو سکتا ہے کہ دُنیا اس وقت مختلف نظام ہائے معاشی کی باہمی کشمکش کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ اور مسلمان اپنے لیے کسی مرتب نظام معاشی کو موجود نہ پاکر پریشان ہیں کہ کس تحریک کا ساتھ دیں۔ ان کا یہ ذہنی انتشار اکثر صورتوں میں ان کو غلط راستوں کی طرف لے جا رہا ہے۔ میں ان مسائل میں کوئی ماہرانہ نظر نہیں رکھتا لیکن ایک عام فرد ملت کی حیثیت سے ان پر غور کرتا رہا ہوں۔ بعض تجاویز جو ایک خوشگوار خواب کی طرح میرے پیش نظر ہیں ان کی تعبیر آپ سے حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے لیے باعث منت ہوگا اگر آپ بتاریخ ۱۴ر شوال ۱۳۶۲ھ م ۱۴ر اگست ۱۹۴۳ء روز یکشنبہ بوقت (۶) ساعت شام میرے ساتھ چائے نوش فرمائیں آپ کا جواب میرے اطمینان قلب کا باعث ہوگا۔ آپ کا مخلص

اس کے ساتھ ایک کاغذ منسلک ہے اس کو اس خط اور فہرست کی

ایک نقل کے ساتھ ایک علیحدہ فائل میں شریک رکھا جائے۔

قاری محمد جنید صاحب مسجد اندرون لال دروازہ کو مطلع کیا جائے کہ میں ان کی ورزش گاہ کے معائنہ کے لیے بجائے ۱۲ر شوال کے بتاریخ ۱۳ر شوال روز چہارشنبہ بوقت (۶) ساعت شام آؤں گا۔

"کل حیدرآباد احمد محی الدین میموریل تقریری مقابلے"
قائد ملت کا مکتوب

حیدرآباد، ۲۱ر شہریور۔ دفتر کتب خانہ نامپلی کے پریس نوٹ میں لکھا ہے کہ کل حیدرآباد احمد محی الدین میموریل تقریری و تحریری مقابلوں کے اعلانات مقامی اخبارات میں پڑھنے کے بعد قائد ملت نے دفتر ہذا پر حسب ذیل مکتوب روانہ فرمایا ہے۔

"مجھے یہ سن کر مسرت ہوئی کہ میرے رفیق مرحوم مولوی سید احمد محی الدین کی یادگار میں آپ پھر اس سال تقریری مقابلے منعقد کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہر سال جاری رہے گا۔ ان تحریری و تقریری مقابلوں کا انعقاد ایک مبارک اقدام ہے اب کی مرتبہ آپ نے کلیات اور اضلاع کے درسگاہوں کے طلبا بھی شریک کر لیے ہیں۔ میں ان یادگاری تقریری و تحریری مقابلوں کی کامیابی کا دل سے متمنی ہوں۔ اور توقع رکھتا ہوں کہ اضلاع کے طلبا اس میں پوری آمادگی کے ساتھ حصہ لے کر نہ صرف مقابلوں کو کامیاب بنائیں گے بلکہ سید احمد محی الدین مرحوم کی یادگار کو مستحکم بنانے میں حصہ لیں گے۔

لیکن ایسے یادگاری علمی مقابلوں میں انفرادی انعامات پیالہ کی صورت میں

دینا کچھ ضروری و مناسب نہ ہوگا۔ اس کی بجائے میری طرف سے ہر اول و دوم آنے والے طالب علم کے لیے ہر سال چند مفید کتابیں قبول فرمایئے جو انشاء اللہ بروقت پہنچ جائیں گی تاکہ ان کتابوں کا مطالعہ کامیاب طلبا کی علمی تقریری و تحریری صلاحیتوں میں مفید اضافہ کا موجب ہو سکے۔

رہبر دکن ۲۱ شہریور ۱۳۵۲ ف م ۲۹ جولائی ۱۹۴۳ء پنجشنبہ

رہبر دکن جلد ۲۲ نمبر ۲۴۶ ۔ ۲۴ اگست ۱۹۴۲ء صفحہ (۲)

ادارۂ ترک سینا بینی

قائد ملت کا خط مولوی میر نذیر علی صاحب دُرد معتمد ادارہ کے نام

مکرمی جناب میر نذیر علی صاحب دُرد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ ادارہ ترک سینا بینی سے متعلق آپ کی تحریک کا میں نے غور سے مطالعہ کیا۔ سینا بینی کے مضراثرات اب ہر سمجھ دار آدمی نے محسوس کرنا شروع کیا ہے مجلس اتحاد المسلمین نے ۱۳۴۸ف کے سالانہ جلسہ میں میرے ہی ذریعہ پیش شدہ ایک تحریک کو منظور فرما کر مسلمانوں کی رہنمائی کی تھی اور ان کو ترک سینا بینی کی ترغیب دلائی تھی اس کی توثیق حلقہ ب کی مجلس اتحاد المسلمین کی کانفرنس میں بھی ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ چند خاص اصحاب کے اجتناب کے سوا آج تک اس طرف کسی نے موثر قدم نہیں اٹھایا۔

آپ کا یہ اقدام ہر طرح قابل مبارک دہے اور اس کا صحیح طریقہ وہی ہو سکتا ہے جو آپ نے اختیار کیا کہ رفتار سست ہو لیکن قدم مضبوط ہوں۔ اس کے لیے عام جلسوں یا تقریروں سے زیادہ افراد سے ایک ایک کر کے رجوع کرنا زیادہ مفید ہو سکتا ہے آپ کے معاہدہ پر سب سے پہلے مجھے دستخط کر سعادت عطا کیجیے۔

میں دنیا کی ہر چیز کی طرح سینما بینی کے بھی دو پہلو سمجھتا ہوں۔ مفید بھی مضر بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تعلیمی فلم تیار ہو سکیں تو ان سے کتاب بینی کو بہ نسبت معلومات میں زیادہ اضافہ کیا جا سکتا ہے کسی ملک کی تاریخ اور تہذیب کو نمایاں اور اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ قوم کے کردار کی تعمیر میں مدد لی جا سکتی ہے۔ اسی لیے میں نے عوام کے بڑھتے ہوئے شوق سینما بینی کو دیکھ کر فلم سازی کے کارخانوں کی طرف توجہ کی تھی اور چاہتا تھا کہ کوئی ایسا کارخانہ ملک میں بنے جو تعلیمی، تاریخی، تہذیبی اور کردار ساز فلم تیار کر سکے۔ لیکن افسوس ہے کہ میں اس گناہ میں بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لیے اب میری یہ مستقل رائے ہے کہ فیھما منافع للناس کے یقین کے باوجود چونکہ اس کا ضرر (اثم) اس کے منافع سے زیادہ ہے اس لیے اس کو جس میں عمل الشیطان قرار دیا جائے اور مسلمانوں سے عام طور پر فاجتنبواہ کی اپیل کی جائے۔

میری دلی تمنا ہے کہ خدا آپ کو اور آپ کے شرکائے کار کو اس نیک مقصد میں کامیاب کرے۔ اس طرح آپ مجلس اتحاد المسلمین کے ایک مقصد کی تکمیل کا باعث بنیں گے اور ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہوں گے۔

عبید متوکل اللہ التوفیق

آپ کا مخلص محمد بہادر خاں

الجمعیۃ المنتظمہ لعید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۶۸ اڈو منگر روڈ بمبئی ۸   ۱۹ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ

۷ مارچ ۱۹۴۲ء

مکرم بندہ جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ وصول ہوکر باعث تفکر ہوا۔ عزت افزائی کا شکریہ۔ جلگاؤں وغیرہ کے جلسہ عید میلاد کی صدارت منظور کر لینے کا حال معلوم ہوا لیکن بمبئی کے مسلمان سالہاسال سے جناب والا کے مشتاق ہیں۔ امسال تو ہر شخص یہ سوال کرتا ہے کہ کیا نواب بہادر یار جنگ تشریف فرما ہوں گے اور صدارت فرمائیں گے۔ اکثر لوگ جناب والا کو دعوت دینے پر زور دیتے ہیں۔

جناب والا نے مذکورہ جلسہ جلگاؤں کی صدارت کا اقرار کرلیا ہے مبارک لیکن وہاں ابھی کوئی تاریخ کا تعین نہیں ہے آپ صدر ہیں ربیع الاول کی کوئی تاریخ بھی ان کو دے سکتے ہیں۔ بمبئی کے جلسہ کی تاریخ ہمیشہ کے لیے معین ہے جو ہٹائی نہیں جا سکتی۔ آپ نے وہاں کا وعدہ تو کیا ہے مگر خاص تاریخوں کا وعدہ تو نہیں فرمایا۔ آپ بمبئی کے جلسہ کی صدارت فرما کر برہان پور کے جلسہ میں شرکت فرما سکتے ہیں۔ یہ جناب کے اختیار میں ہے ابھی درمیان میں کافی وقت ہے میں امید کرتا ہوں کہ جناب والا اس بارے میں غور و فکر فرما کر ہمارے جلسہ کی صدارت منظور فرمالیں گے جو بمبئی کے مشتاقین تشنہ کے لیے بمنزلہ آب حیات ہوگا۔

میرے خیال میں جناب والا حیدرآباد سے پہلے بمبئی تشریف لاکر دوشنبہ ۲۹، ۳۰ مارچ بمبئی میں قیام فرما کر یہاں کے جلسہ کی صدارت سے مستفیض فرمائیں اس کے بعد الٰہ آباد مسلم لیگ۔ کانفرنس میں شریک ہوں وہاں سے واپسی پر برہانپور کے جلسہ کی صدارت فرمائیں اسی کے موافق جناب والا وہاں کے جلسہ کی تاریخ مقرر فرمادیں تو مناسب ہوگا۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد سرفرازی بخشیں گے۔

آپ کا مخلص

محمد ذکریا منیار، ناظم عمومی

جواب

مجھے بہت افسوس ہے کہ میں برہان پور والوں سے وعدہ کرچکا ہوں اور اس پروگرام کو کسی طرح منسوخ نہیں کرسکتا۔ انشاء اللہ آئندہ سال اگر زندہ رہا تو آپ کے یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ بہادر یار جنگ

مارچ ۱۹۴۲م اردی بہشت ۱۵ف

از دفتر صدر انجمن اسلامیہ واقع ۱۴ر بہمن ۱۳۵۱ف

(۱۴ر دسمبر ۱۹۴۱ء)

مخدوم و محترم جناب نواب صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مدارس جدید حلقہ جنگاؤں کے دورہ میں اکثر مقامات پر یہ خواہش ظاہر کی گئی کہ کسی جراح کے ذریعہ بچوں کی ختنہ کا انتظام کرایا جائے۔ معلوم ہوا کہ بہت عرصہ قبل آپ نے کسی جراح کو روانہ فرمایا تھا۔ اگر اس مرتبہ بھی کسی ماہر جراح کو روانہ فرمایا جائے تو مناسب ہے۔

۶۔ ۷ مواضعات میں کم و بیش سو ڈیڑھ سو بچے ایسے ہیں جن کی ختنہ کرائی جائیگی جن صاحب کو روانہ فرمایا جائے تو انھیں تاکید فرمائی جائے کہ وہ بجائے اس کے کہ دو ایک روز مقام کرکے واپس ہوں کم از کم دو ہفتہ وہاں رہیں تاکہ ہفتہ اول میں ختنہ ہو جائے تو مزید سات یوم ان کے علاج معالجہ کے لیے وہ موجود رہ سکیں ورنہ وہاں ایسے سمجھ دار لوگ نہیں ہیں جو صحیح علاج سے واقف اور تیمارداری کرسکیں۔ اسی طرح حلقہ نلگنڈہ اور ورنگل میں بھی ضرورت ہے۔ لیکن پہلے ناظر تعلیمات حلقہ کو اطلاع دے کر جراح کو بھیجنا مناسب ہے۔ اگر جراح کی روانگی سے پہلے مجھے اطلاع فرمائی جائے تو مناسب ہے تاکہ انھیں بالمشافہ ہدایات دی جائیں فقط

حسب تجویز ـ مسودہ دستخطی جناب معتمد صاحب

شرحہ دستخط مددگار معتمد

محمد اعظم صاحب

سابق میں جس جراح نے کام کیا تھا ان کا جلد پتہ لگایا جائے
اور اگر وہ نہ ملیں تو جلد کسی دوسرے آدمی کا حکیم مقصود علی خاں صاحب سے مکرر
انتظام کیا جائے ـ اور میرے جالنہ سے واپس آتے ہی رپورٹ پیش ہو. فقط

شرحہ دستخط بہادر یار جنگ

۱۹ ـ ۳ ـ ۱۵ ف م ۲۲؍ دسمبر ۱۹۴۱ء

مراسلات ـ "یوم القرآن" کی نسبت قائد ملت کا مکتوب

بسلسلہ "یوم القرآن" قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر
مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد نے مولوی حسام الدین خاں صاحب غوری
صدر جمعیت مسلم نوجوانان سکندرآباد کے ایک خط کا حسب ذیل جواب
تحریر فرماکر مجلس کی جملہ شاخوں سے "یوم القرآن" منانے کی اپیل کی ہے.

"مکرمی ـ السلام علیکم ـ آپ کا خط اور منسلکہ اپیل میری انتہائی مسرت
کا موجب ہوئے. ہماری حیات ملی کا واحد سرچشمہ قرآن حمید تھا، ہے اور رہے گا،
اسی حبل اللہ سے اعتصام نے ہماری گزشتہ پُر عظمت تاریخ بنائی اور اسی سے بے اعتنائی
نے موجودہ شرمناک حالت تک ہم کو پہنچا دیا. اگر ہمارا مستقبل پھر شاندار ہو سکتا ہے
تو اسی نسخۂ شفا کے صحیح اور بار بار استعمال سے ہو سکتا ہے
کوئی شک نہیں کہ فتوحات اسلامیہ نے جب قرن اول کے مسلمانوں کے

بیت المقدس اور الزاکیہ راہبان و احبار سے دو چار کیا اور ان کی طرف سے قرآن کے مقابلہ میں ارسطو کی منطق اور یونان کے فلسفہ کو استعمال کیا گیا تو عالمین قرآن دشمن کے ان ہی ہتیاروں کو چھین کر اس سے مقابلہ کرنے پر مجبور ہوے اور یہیں سے ان علوم متداولہ کی بنیاد پڑی جو آج قرآن فہمی اور قرآن دانی کیلیے لازمی خیال کیے جاتے ہیں اور جن کا سیکھنا اور ان کے ذریعہ قرآن کو زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھنے کی کوشش کرنا میں بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے اور کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ خدائے علیم و حکیم نے نزول قرآن کے لیے دنیا کی سب سے زیادہ بنجر زمین اور سب سے زیادہ جاہل قوم کا انتخاب کیا۔ کیا خدا کو اس رسالت کبریٰ کو پہچاننے کے لیے کوئی عالم فاضل منطقی اور فلسفی نہیں مل سکتا تھا لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ خدا کی طرف سے جتنے نبی آئے عموماً علوم دینوی سے نابلد تھے اور خصوصاً اس کا آخری پیغام لانے والا (صلی اللہ علیہ وسلم) لوح و قلم سے اس طرح بے نیاز کر کے پیدا کیا گیا تھا اور خود قرآن نے اس کے اُمّی ہونے کی شہادت دی۔ کیا مکہ کے مزدور، مدینہ کے مزارع، گھروں کی عورتیں صحراؤں کے بدو اور دامن کوہ کے وحشی اپنی ساری جہالتوں اور بے علمیوں کے ساتھ مسجد نبوی کے صحن میں جمع نہیں ہوتے تھے اور زبان محمد (ارواحنا و آباد انا فداہ) سے چند آیتیں سن کر اپنے قلب و دماغ کی ہر کثافت اور نسبی گندگیوں سے پاک نہ ہو جاتے تھے اور پھر کیا وہی جاہل وہی امی فلسفہ و منطق سے نابلد سب سے پہلے معلم قرآن نہ بنے جیسا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں قرآن ابر باراں اور چشمہ آفتاب کی طرح خدا کی ایک رحمت عام ہے۔

اس سے ہر شخص بقدر ظرف تمتع کر سکتا ہے چھوٹا ظرف رکھنے والے قدح توشان خم در بغل کی سرمستیاں دیکھ کر کیوں مایوس ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو

قرآن کے بادِ عرفان سے کیوں محروم سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن اور اس کے جتنے متعلقہ علوم ہیں ان سب کے سیکھنے کی کوشش کریں اور قرآن کو اس طرح سمجھیں جس طرح اس کو سمجھنے کا حق ہے اور اس پر اس طرح عمل کریں جس طرح ایک سچے مسلم و مومن کو کرنا چاہیے لیکن اگر وہ ان علوم کو حاصل نہیں کر سکتے تو مایوس نہ ہوں۔ اردو زبان میں قرآن کے جو ترجمے ہوئے ہیں ان میں سے کسی ترجمہ کے ساتھ قرآن کی تلاوت کیا کریں۔ جو اتنا پڑھنا بھی نہ جانتے ہوں اُن کو پڑھ کر سنائیں پھر ان احکام پر خود عمل کریں اور ان سے عمل کروائیں جو زیر اثر ہیں۔ اسی طرح ہم قرآن کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس بھولے ہوئے فرض کی یاد دہی کا رمضان سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے اور آخر دھے سے بڑھ کر کون سے ایام مبارک ہو سکتے ہیں تمام قومی کارکنوں کو چاہیے کہ وہ اس ماہ مبارک کے ان آخری دنوں کو ضائع نہ جانے دیں خصوصاً ستائیسویں شب کو ہر جگہ بڑے بڑے جلسے ہوں کہ یہ لیلۃ القدر اس لیے لیلۃ القدر ہوئی کہ وہ لیلۃ القرآن ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کی اس اپیل پر سب سے زیادہ خادمان اتحاد المسلمین متوجہ ہونگے جن کے قصر اجتماعی کی بنیاد اصل اشاعت و تفہیم قرآن اور عمل بالقرآن ہے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء وھذا کم وھدنا الی صراط مستقیم۔

احقر العباد۔ محمد بہادر خاں

دمیر دکن۔ ۲۲ر آذر ۱۳۵۰ف م ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۰ء

متفرق خطوط

محمد بہادر خاں خلف   حیدری منزل بیگم بازار حیدرآباد دکن
نواب نصیب یار جنگ   ۱۶ ربیع المنور ۹ ۱۳۴ھ م ۱۲ اگست ۱۹۳۰ء

مکرم و مہربانِ من!

تسلیم۔ مزاج شریف۔ اس سال میرے یہاں کا جلسۂ میلاد بتاریخ ۲۶ ربیع المنور ۹ ۱۳۴ھ منعقد ہوگا۔ حسب سابق جناب کو تکلیف دینا چاہتا ہوں جھنڈیاں جس قدر ممکن ہوں اور ہائی کیا نڈل پوور کے بلب بھی اگر مل سکیں تو عنایت فرما کر ممنون فرمایئے۔ جواب کا منتظر ہوں تاکہ اطمینان ہو جائے۔ فقط

شرح دستخط
بہادر یار جنگ

(نوٹ) سامان چار پانچ روز قبل مل جائے تو مہربانی ہوگی۔

جواب[1]

آپ کا دعوت نامہ دہلی سے واپسی کے بعد میری نظر سے گزرا۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادی کی شادی آپ کو مبارک کرے۔ اور آپ بیٹی داماد کی پُرمسرت زندگی سے بہجت اندوز ہوں اور ان کی بیل منڈھے چڑھتا دیکھیں۔ فقط

[1] ماڈل ٹاؤن لاہور سے محمد اسد اللہ نامی نے اپنی لڑکی کی شادی منعقدہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء کا دعوت نامہ روانہ کیا تھا۔ دعوت نامے کے جواب میں نواب صاحب نے یہ خط لکھا تھا۔

محترم احباب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آج اور کل میں بعض اہم مصروفیتوں کی وجہ سے مسجد کو حاضر نہ ہو سکوں گا۔ اور پرسوں میں جاگیر جارہا ہوں انشاءاللہ جمعہ کے روز واپس آؤں گا۔ درسِ تفسیر آئندہ جمعہ تک ملتوی رہے گا اور ہم سب انشاءاللہ آئندہ شنبہ یعنی ۸ رجب کو پھر جمع ہوں گے۔ اس ایک ہفتہ کی غیر حاضری کے لیے امیدوار عفو ہوں۔ فقط

آپ کا خادم

محمد بہادر خاں

یکشنبہ - ۲ رجب

نوٹ: نواب صاحب ہر روز بعد نماز فجر اپنے محلہ کی مسجد میں درسِ تفسیر دیا کرتے تھے۔

اللہ بخش صاحبؒ

(۱) مولانا اکرم علی صاحب ملیح آبادی کا مبارک بادِ عید کے لیے شکریہ ادا کیا جائے اور ان کا نام فہرست میں نہ ہو تو شریک کیا جائے۔

(۲) میرے پستول کے لیے کشمیر کے ناظم کروڑگیری کو لکھا گیا تھا اب تک کوئی جواب نہیں آیا۔ ان سے جواب طلب کیا جائے۔ نیز ایک خط گورنر کشمیر کو میری دستخط سے لکھا جائے۔

(۳) ڈائرکٹر پوسٹ اینڈ ٹیلیگرام نے پنجاب کا حوالہ دیا تھا وہاں سے بھی جواب طلب کیا جائے۔

(۴) حسب ذیل اصحاب کے نام دعوت بھیجی جائے مسودہ خط درج ذیل ہے۔

مولوی الیاس برنی صاحب ناظم دارالترجمہ سرکار عالی

ڈاکٹر جعفر حسین صاحب — مولوی مخدوم محی الدین صاحب
ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب — مولوی غلام دستگیر رشید صاحب
ڈاکٹر انور اقبال صاحب قریشی — مولوی عبدالقادر صاحب
ڈاکٹر رضی الدین صدیقی صاحب — ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب۔ مولوی مظہر الدین صدیقی صاحب

لے نوٹ: اللہ بخش صاحب نواب صاحب پرسنل سکریٹری تھے۔

مکرمی جناب شیخ صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ آپ کا رسالہ میں نے بہت دلچسپی اور غور سے پڑھا۔ قدیم مشرقی ہتیاروں سے متعلق اتنی اچھی معلومات اس میں فراہم کی ہیں جو مشکل سے کسی ایک جگہ مل سکیں گی۔ کلام کا حسن و ربط بھی دلکش ہے۔ گو زمانہ بدل گیا اور طرح طرح کے ہتیار ایجاد ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن آج بھی ہندوستان اُن قدیم ہتیاروں میں سے اکثر پر فخر کر سکتا ہے۔ بسا پہی نفش ہاتھوں میں پہنچ کر یقین ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہو گی فقط — احقر العباد

بہادر یار جنگ

تاریخ درج نہیں ہے کتاب بہ عنوان "تلوار" از کیپٹن محمد اعجاز علی شہرت۔ مقام اشاعت حیدر آباد

مکرم و مہربان من جناب ڈاکٹر صاحب زادت الطافکم۔

تسلیم۔ مزاج شریف۔ شرف الدین جو آپ کے وارڈ نمبر ۲ میں پلنگ نمبر ۲۴ کا مریض ہے۔ میری جاگیر کا رعایا اور میرا خاص آدمی ہے۔ میرے لیے باعث منت ہوگا اگر جناب نے اس کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے فقط

آپ کا مخلص (ڈاکٹر صاحب کا نام خط میں درج نہیں ہے)

بہادر یار جنگ — ۱۱ آبان ۳۴ ف

محمد بہادر خاں　　　　بیگم بازار ۔ حیدرآباد دکن

مکرمی سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ میری ناکام زندگی میں کیا رکھا ہے جس کو آپ مرتب کرنا چاہتے ہیں۔ عمر کے چالیس سال پورے ہو گئے اور آج "یوماً او بعض یوم" سے زیادہ محسوس نہیں ہوتے اور اپنے آپ کو وہیں پاتا ہوں جہاں سے چلا تھا۔ آپ کی یہ قدر افزائیاں کہیں مجھے دعوے میں مبتلا نہ کر دیں اور اپنے "کچھ نہیں" کو "سب کچھ" سمجھ کر کہیں بے عمل نہ ہو جاؤں۔ ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ خدا کم از کم ایسا بنا دے جیسا آپ احباب سمجھتے ہیں۔ والسلام　　احقر العباد

محمد بہادر خاں

[1] حضرت قائد ملت کی زندگی میں "آفتاب دکن" کے نام سے نواب صاحب پر شیدا صاحب نے ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں نواب صاحب سے حالات زندگی لکھنے کی فرمائش کی تھی جس کے جواب میں نواب صاحب نے مندرجہ بالا خط شیدا صاحب کے نام لکھا تھا۔

محمد بہادر خاں ۔ حیدرآباد دکن　　　　۲۰ جمادی الثانی

جناب مکرم سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ اس سے قبل آپ کو اپنے رفیق مولوی سید محمد احسن صاحب کے لیے زحمت دی تھی ان کی آپ نے جو امداد فرمائی اس کے لیے ممنون ہوں۔ اور آج اپنے ایک دوسرے کرم فرما مولوی سید جلال الدین صاحب کے لیے زحمت دے رہا ہوں۔ ان کی بیگم صاحبہ بھی بیگم احسن کی طرح ہسٹریا کی وجہ خللِ دماغ میں مبتلا ہیں۔ میں نے ان کو بنگلور لے جانے اور وہاں کے مینٹل ہاسپٹل

میں علاج کروانے کا مشورہ دیا ہے۔ اور وہ وہاں آرہے ہیں۔ میں آپ سے متوقع ہوں کہ از راہِ کرم ان کی ممکنہ امداد فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔

امید کہ آپ بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

لہ موسومہ کا نام درج نہیں ہے

محترمہ

آپ کے زحمت فرمانے کی ضرورت نہیں۔ علی اصغر صاحب کو کل ۳½ بجے روانہ کر دیجیے جو کچھ امداد ممکن ہے دے دوں گا۔ آپکی اس درخواست کے سلسلے میں فی الحال میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ فقط احقر العباد

محمد بہادر خاں

نوٹ: موسومہ کا نام نہیں ہے۔

بخدمت منشی محمد ہاشم صاحب منتظم صدر دفتر جاگیرات علاقہ ہذا

منشی صاحب

السلام علیکم۔ آج میں ناسازیِ مزاج کی وجہ سے بلدہ نہ آسکا۔ آئندہ جمعہ کو مستقل طور پر بلدہ واپس آجانے کا ارادہ ہے۔ آئندہ سہ شنبہ کو کرایہ کی کشتیاں کی بیشی ہے اگر اس سے قبل کچھ اور ضروری کام نہیں ہے تو دو چار روز کے لیے اسی موٹر میں جو واپس آئے گی یہاں آجائیے۔ اگر کام زیادہ اور اہم ہوں تو ضرورت نہیں ہے۔

غالباً آج متاجر چوبینہ و کاہ کنچہ موضع لال گڑھی دعوت کی رقم لے کر حاضر ہوگا۔ اگر وہ آجائے تو اس معاملہ کو تعویق میں رکھنا مناسب نہیں ہے (د:)۔ دینہ کا اسٹامپ دے کر

معہ رقم دستوت اس کو یہاں روانہ کردیجے تاکہ قول وقبولیت کی تکمیل ہوجائے۔ اگر مستاجر یہاں آتا ہے تو اس کے ساتھ ہراج کی مثل بھی روانہ کیجیے۔ اگر اس کے ساتھ آپ خود آسکیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

آج تک جوٹیہ اور اخبارات وصول ہوکر رکھے ہوئے ہیں وہ سید نور کے ذریعہ روانہ کرو۔ لال گڑھی میں آم کے درختوں کو پیوند باندھنے کا موسم گزر رہا ہے۔ اس لیے لچھم اور باگو سے کہہ کر مالی کا پتہ لگائیے اور اس کو جلد لال گڑھی روانہ کرنے کی تاکید کیجیے کہ جتنے درخت اس وقت موجود ہوں ان سب کو پیوند باندھ دے۔

آئندہ جمعہ کو یعنی ۱۵/آذر ۱۳۴۲ف کو میں معہ زنانے کے بلدہ آرہا ہوں ایک روز قبل کوتوالی سے موٹر کی اجازتی چٹھی حاصل کر کے کسی اچھی بڑی موٹر لاری کا انتظام کیجیے کہ صبح کو (۱۲) بجے تک یہاں پہنچ جائے۔ ہم نے گزشتہ مرتبہ (۱۸) روپے کرایہ دیا تھا۔ اب راستہ زیادہ صاف ہے اور کل فاصلہ (۳۵) میل سے بھی کم ہے پہلے وہ لوگ ۸ آنہ فی میل لیا کرتے تھے کوشش کرو کہ کچھ کم ہوجائے۔

ابوالحسن سید علی صاحب کا ایک خط روانہ کر رہا ہوں۔ ان کو پہنچا دیجیے اور تاکید کیجیے کہ چہارشنبہ کے روز عبدالکریم بابو خاں صاحب کے ساتھ نلگنڈہ ضرور آئیں۔ باوجود دیوالی کا دن ہونے کے میں نے مقدم پٹواری اور کالوں کی وہاں حاضری کا انتظام کیا ہے۔ آپ روزانہ یاد دہی کر کے ان کو آنے پر آمادہ کیجیے بلکہ روانہ کیجیے۔

مقدمات کی مفصل کیفیت سے مطلع کرو۔ داؤد خاں کے مقدمات کے نتائج اسمٰعیل خاں کے مکان کے ہراج کا نتیجہ۔ سید یعقوب میراں کے فوجداری کے مقدمہ کی نگرانی کا نتیجہ۔ غرض تمام کارروائیوں کی مفصل کیفیت لکھیے اور دلچسپی سے کام

کیجیے. باقی سب حالات خیریت سے ہیں. فقط

بہادر خاں

نوٹ. ضروری - ۱۳۲۷ف یا اس کے ایک دو سال قبل کی مثلوں میں تلاش کر کے اگر کوئی مثل تحقیقات انعام و مقطعہ وطن داران کنٹرور سے متعلق مرتب ہوئی ہے تو جلد برآمد کر کے اسی موٹر پر روانہ کیجیے. فقط

دستخط

بہادر خاں

مراسلات

نوٹ: حکومت اور مختلف اداروں کی جانب سے نواب صاحب سے کی گئی مراسلت جو دستیاب ہو سکی وہ بغرض معلومات شائع کی جارہی ہے

(مرتب)

عالی جناب صدر المہام بہادر صیغہ مالگزاری سرکار عالی

میں بغرض زیارت مزارات بزرگان دین بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی سفر کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے ۲ ماہ کی رخصت مطلوب ہے۔ میرے جاگیرات کا محاصل ایک لاکھ سے کم ہے اس لیے عالی جناب سے گزارش ہے کہ حسب گشتی نشان (۱۶) مورخہ ۳ امرداد ۳۶ ۱۳ ف م ۹ جون ۱۹۲۷ء دو ماہ کی رخصت منظور فرماکر ممنون فرمائیں۔ فقط

جاگیردار بہادر یار جنگ

گذارش

بخدمت جناب نواب قدرت نواز جنگ بہادر ناظم نظم جمعیت سرکار عالی

مقدمہ

منظوری رخصت دو ماہ بغرض سفر بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی

گزشتہ سال اسی موسم میں میں نے بغرض سفر بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی دو ماہ کی رخصت طلب کی تھی جس کی منظوری محکمہ جناب سے بذریعہ مراسلہ نشان (۲۸۹۷) مورخہ ۲ امرداد ۳۶ ف (۸ جون ۱۹۲۷ء) حسب الحکم عالیجناب مہاراجہ صدر اعظم بہادر

سرکار عالی صادر فرمائی گئی تھی۔ لیکن میں بہ چند وجوہ ایکا ارادہ ملتوی کردیا تھا اور رخصت سے استفادہ نہیں کیا تھا جس کی اطلاع محکمۂ جناب کو دے دی گئی ہے۔ اب میں اس رخصت منظورہ سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں اور بتاریخ ۱۸ر اسفندار ۳۷ ف (۲۱ر جنوری ۱۹۲۸ع) روانگی کا قصد ہے۔ زور آور خاں صاحب جمعدار دریاز ئی حسب منظوری میری جگہ حضرت قبلہ گاہی نواب نعیب یار جنگ مرحوم کے کارخانے کے نگاران کار رہیں گے۔

اطلاعاً عرض۔ فقط شرحِ دستخط

بہادر یار جنگ

نگران کار کارخانہ نواب نعیب یار جنگ مرحوم

نوٹ: براہ کرم جوابی مراسلہ میں حوالہ کاروائی درج ہو۔

نقل مراسلہ صدر محکمہ کوتوالی بلدہ صیغہ راز واقع ۲۹ر بہمن ماہ الٰہی ۱۳۳۹ ف

نشان راز (۷۱۰) (۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ع)

سیل

منجانب وینکٹ راما ریڈی منصرم کوتوال بلدہ

بخدمت شریف مولوی ہدایت محی الدین صاحب ناظم عدالت دارالقضاء بلدہ

بتاریخ ۲۶ر بہمن ۳۹ ف (۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ع) روز یکشنبہ آپ کے مکان میں زیر صدارت نواب بہادر خاں صاحب جاگیردار جو جلسہ منعقد ہوا اور جس میں مولانا صدیق صاحب دیندار نے تقریر فرمائی ہے۔

اگرچہ کہ یہ تقریر مذہبی نوعیت رکھتی ہے مگر حالیہ احکام متعلقہ قواعد جلسہ ہائے عام (مجریہ محکمہ سرکار جس کی نقل مرسل خدمت ہے) کے رو سے قبل از قبل اس کی تحریری اطلاع محکمہ ہذا کو دینی چاہیے تھی۔ اطلاع نہ دینے کی کیا وجوہ ہیں براہ کرم اوس سے

ایسا فرمائی جائے تو مناسب ہے امید کہ آئندہ احکام سرکار کی حسبہٗ تعمیل فرمائی جائے گی۔

۲۔ منشی اس کا خدمت نواب محمد بہادر خاں صاحب جاگیردار بغرض عمل واحد مرسل ہے فقط

شرحہ دستخط کوتوال بلدہ

نشان مجاریہ (۴۹) مورخہ ۱۸؍اسفندار ۱۳۳۹ف (۱۰؍جنوری ۱۹۳۰ء)

جواب

گزارش ہے کہ یہ منتظمین جلسہ کے فرائض سے تھا کہ جناب کو اطلاع دے کر حسب ضابطہ اجازت حاصل کریں جس جلسہ کی نسبت دریافت فرمایا گیا ہے اس میں میں نے صدارت کی اور حسب احکام سرکار اس امر کی احتیاط رکھی ہے کہ "جلسہ سیاسی حیثیت اختیار نہ کرے۔ میرے خیال میں یہ میرے فرائض ہی تھے اور میں نے اور میں نے ان کو بہ امتثال امر سرکاری ملحوظ رکھا ہے۔ فقط

شرحہ دستخط

محمد بہادر خاں

THE NIZAMS GOVERMMENT HYDRABAD . DN

مہر REVENUS SECRETARY

نشان ۵۲ مورخہ ۱۵؍اسفندار ۱۳۴۱ف (۱۸؍جنوری ۱۹۳۲ء)

بخدمت شریف نواب بہادر یار جنگ بہادر

جناب کے پاس بذریعہ مراسلہ دفتر معتمدی مجلس وضع قوانین نشان ۶۰۱ مورخہ ۲۶؍بہمن ۱۳۴۱ف (۲۸؍دسمبر ۱۹۳۱ء) مسودہ روئداد اجلاس مجلس منعقدہ ۹؍بہمن ۱۳۴۱ف (۱۱؍نومبر ۱۹۳۱ء) ایضاً وصول ہوا ہوگا اور جناب نے بھی اس کو دیکھ لیا ہوگا۔ روئداد متعلق مسودہ قانون ازدواج ہندو بیوگان کے نسبت منتخبہ کمیٹی کی رکنیت

کے بارے میں جو مضمون درج ہے جہاں تک میرا حافظہ میری مدد کرتا ہے صحیح نہیں ہے اس کمیٹی میں جناب اور چند جدید اراکین کو سابق اراکین کے ساتھ شریک کر لیے جانے کے متعلق جو گفتگو ہوئی اُس کے ضمن میں بغیر کسی اختلاف کے کونسل میں یہ تصفیہ ہوا تھا کہ بلحاظ اُس اختلاف کے جو میں نے مسودۂ زیر بحث کے متعلق کیا تھا. مجھ کو بھی منتخب کمیٹی میں شریک کر لیا جائے. میں ممنون ہونگا اگر جناب براہ کرم ایماء فرمائیں گے کہ اس خصوص میں جناب کا کیا حافظہ ہے فقط شریک معتمد مال دستخط

۱۰/۴/۱۳۴۱ ف (م ۱۳ / جنوری ۱۹۳۲ء)

جواب

مسودۂ قانون ازدواج ہندو بیوگان پر غور کرنے والی سلکٹ کمیٹی میں اگر جناب کی شرکت بھی ہوئی تو میرے لیے باعث مسرت ہوتا. لیکن افسوس ہے کہ میری یاد جہاں تک کام کرتی ہے اجلاس منعقدہ ۶/ دے ۱۳۴۱ف کی روئداد کے مسودہ کا فقرۂ آخر صحیح ہے اور چونکہ میں سابقہ سلکٹ میں بھی شریک تھا اس لیے اس دفعہ بھی ہوں فقط.

بہادر یار جنگ دستخط

۱۷/۴/۱۳۴۱ ف (۲۰/ جنوری ۱۹۳۲ء)

مراسلہ از دفتر مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ. نشان (۴۹۲)

واقع ۲۲/ اردی بہشت ۱۳۴۴ف (۲۷/ مارچ ۱۹۳۵ء)

نشان مثل کاتب (۱۷) بابتہ ۱۳۴۰ف

نشان مثل مکتوب الیہ (۹۰/۴۸) بابتہ ۱۳۴۴ف

صیغہ دارالاخامہ

مہر دفتر تنقیح کی گئی
شرحد تخط

نواب محمد فیاض الدین صاحب
منجانب نواب بہادر یار جنگ بہادر معتمد مجلس
بخدمت جناب معتمد صاحب سرکار عالی صیغہ مالگذاری

مقدمہ
انتخاب اراکین از طبقہ جاگیرداران
برائے بورڈ آف گورنرس

بجواب مراسلہ نشان ۶۴ مورخہ ۸ امرداد ۱۳۴۴ف (۲۴ جون ۱۹۳۵ء) بمقدمہ صدر تحریر ہے کہ حسب منشاء مراسلہ زیر جواب مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ کے جلسہ عام منعقدہ ۱۷ اردی بہشت ۴۴ف (۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء) میں رکنیت بورڈ وغیرہ کے لیے طبقہ جاگیرداران سے مزید دو ارکان نواب بہادر یار جنگ بہادر مقیم بیگم بازار جمہدوی منزل اور نواب دوست محمد خاں صاحب مقیم مسلم لاج نواح گنگ کوٹھی مبارک کا انتخاب دو سالہ مدت لغایتہ ۱۳۴۵ف عمل میں آیا ہے یہ ہر دو رکن صاحبان کمیٹی تواریخ کی اطلاع پر کمیٹیوں میں شرکت فرمائیں گے۔

ف۔ مثنیٰ مراسلہ فوق الذکر نشان ۶۷ مورخہ ۱۸ اردی بہشت ۱۳۴۴ف (۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء) خدمت جناب پرنسپل صاحب جاگیردار کالج مرسل ہے۔

ف۔ اس کی ایک ایک کاپی خدمت شریف جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر و خدمت شریف جناب نواب دوست محمد خاں صاحب اطلاعاً مرسل ہے۔ فقط

شرحد تخط معتمد مجلس

نشان ۲۵۳ مورخہ ۹ / ۱ سنہ ۴۴ف

جواب

اس انتخاب کے لیے میں مجلس کا ممنون ہوا۔ کوشش کروں گا کہ اس انتخاب

سے جو ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں ان کو کما حقہ پورا کروں۔ فقط

شرحہ دستخط

۲۷ / ۶ / ۴۴ ف (یکم اپریل ۱۹۳۵ء)

مراسلہ از دفتر مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ۔ نشان (۵۰۲)

واقع ۲۳ر اردی بہشت ۴۴ ۱۳ف (۲۸ مارچ ۱۳۵ف

نشان مثل مکاتب ۲۶ بابتہ ۴۴ ۱۳ف

نشان مثل مکتوب الیہ (   ) بابتہ

تنقیح کی گئی

مہر دفتر

شرحہ دستخط

نواب محمد فیاض الدین صاحب

منجانب نواب بہادر یار جنگ بہادر معتمد مجلس

بخدمت شریف جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر وجاگیردار

مقدمہ

انتخابات جدید عہدیداران وارکان انتظامی مجلس ہذا مدتی دو سال لغایتہ ۱۳۴۵ف (۱۹۳۵ء)

مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ منعقدہ ۱۷/ اردی بہشت ۱۳۴۴ف جناب کا اسم گرامی بحیثیت (رکن انتظامی) مجلس ہذا دو سالہ مدت لغایتہ ۱۳۴۵ف منتخب ہوا ہے۔ میں اس کے لیے مبارکباد پیش کرتے ہوئے متمنی ہوں کہ جناب اس انتخاب کو قبول فرما کر مجلس کو ممنون فرمائیں گے اور مجھے توقع ہے کہ جناب کا یہ انتخاب مجلس اور طبقہ کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ف۔ فہرست عہدیداران وارکان انتظامی منتخب شدہ بابتہ مرسل خدمت ہے۔ فقط

شرحہ دستخط معتمد مجلس

نشان ۴۷/۴ مورخہ ۲۴ ؍ بہمن سنہ ۱۳۴۴ ف (۱۹۳۵ء)

جواب

میں مجلس کا ممنون ہوں کہ اس نے اپنی مجلس انتظامی کی رکنیت کے لیے منتخب فرمایا۔ حتی الامکان کوشش کروں گا کہ ان توقعات اور ذمہ داریوں کو پورا کروں جو مجھ پر اس انتخاب سے عائد ہوتی ہیں۔ فقط شرحد ستخط

بہادر یار جنگ

۳۱/۶/۴۴ ف (۵ ؍ اپریل ۱۹۳۵ء)

نقل۔ مراسلہ محکمہ نظامت امور مذہبی سرکار عالی۔ نشان (۹۷۳)

واقع ۱۴ ؍ دے ۴۵ ف (۱۹ ؍ نومبر ۱۹۳۵ء)

(سیل)

منجانب علی الدین احمد ناظم امور مذہبی سرکار عالی خدمت شریف جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر	}	مقدمہ اجازت وعظ گوئی

باتباع فرمان مبارک واعظین کے لیے جو ہدایات بذریعہ اعلان محکمہ معتمدی امور مذہبی نشان (۱) مورخہ ۱۹ ؍ بہمن ۴۴ ف (۲۳ ؍ دسمبر ۱۹۳۴ء) شائع ہوئے ہیں ان کی نقل بغرض اطلاع مرسل خدمت ہے۔

کوتوال بلدہ کو لکھ دیا گیا ہے کہ آپ کے وعظ کے لیے حصول اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط۔

حسب تجویز جناب ناظم صاحب

شرحد ستخط

مددگار ناظم

نقل۔ اعلان محکمہ معتمدی امور مذہبی سرکار عالی۔ نشان (۱)

واقعہ ۱۹ر بہمن ۱۳۳۴ف (۲۳ر دسمبر ۱۹۲۴ء)

حسب الحکم عالی جناب سر مہاراجہ صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی

ہدایات برائے واعظین

قبل ازیں ۱۳۳۱ف میں حسب الحکم سرکار عالی جملہ واعظین کو ہدایت کی گئی کہ غیر مذہب کے لوگوں سے مناقشہ و مباحثہ نہ کریں اور نہ کوئی ایسا امر بیان کریں جس سے سامعین میں اشتعال طبع پیدا ہو۔

اس کے بعد بذریعہ اعلان مورخہ ۱۸ر فروردی ۱۳۳۲ف (۲۰ر فبروری ۱۹۲۳ء) باتباع فرمان مبارک واعظین کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے وعظ یا لکچر میں کسی مذہب یا کسی مذہبی فرقہ پر حملہ کرنے سے باز رہیں۔ اب بہ مزید احتیاط مکرر ہدایت کی جاتی ہے کہ اور بہ تعمیل فرمان مبارک جملہ واعظین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اپنے وعظ میں اشارتاً کنایتاً بھی کوئی بات ایسی نہ بیان کریں جو کسی فرقہ کے واسطے باعث اشتعال طبع ہو ورنہ وہ سخت بازپرس کے مستوجب ہوں گے۔ فقط

دستخط

نواب اختر یار جنگ بہادر ناظم و معتمد امور مذہبی

نقل مراسلہ از دفتر مجلس انتظامی انجمن خدام مسجد کمیلہ حیدرآباد (بیرون یاقوت پورہ)

نشان مجاریہ (۱۸) واقعہ ۸ر تیر ۱۳۴۹ف (۱۳ر مئی ۱۹۴۰ء)

نشان مثل (۳) بابتہ ۱۳۴۹ف، ۱۳۵۹ھ

منجانب سید غلام حافظ معتمد انجمن خدام مسجد کمیلہ

بگرامی عالیجناب قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر

مقدمہ: انتظامات جلسہ میلاد النبی صلعم بابتہ سال ۱۳۵۹ھ

بمقدمہ صدر رقم ہے کہ ہم اہالیان محلہ جات مسجد کمیلہ (متینہ) ماگما با ولی، کوٹلہ احسن اللہ خاں، املی بن، باولی قاسم خاں، ڈیوڑھی نواب شمشیر جنگ بہادر وغیرہ بیرون یاقوت پورہ ۔ متفقہ طور پر چھوٹے چھوٹے مجالس میلاد النبی صلعم کے بجائے ایک عظیم الشان جلسہ وعظ مسجد کمیلہ بیرون یاقوت پورہ میں منعقد کرنا چاہتے ہیں مجلس وعظ کے انتظامات کمیٹی انجمن خدام مسجد کمیلہ کے سپرد کیے گئے ہیں۔

جملہ اہالیان محلہ جات بیرون یاقوت پورہ (۲) سال سے متمنی ہیں کہ آپ مسجد ہذا کے مقرر کردہ جلسہ میلاد النبی صلعم میں شرکت فرماکر "حیات طیبہ" بیان فرمائیں۔ سال گزشتہ ہماری جانب سے مولوی محمد عبدالستار صاحب معلم ورزش عثمانیہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ ارشاد فرمایا گیا کہ "حالات حاضرہ کے تحت سال حال آ نہیں سکتا انشاءاللہ آئندہ سال ضرور آوٴں گا" بدیں وجہ ذریعہ ہذا یاددہی کی جارہی ہے براہ کرم ہفتہ عشرہ میں کسی تاریخ کا تعین فرماکر مطلع فرمائیں تو نہ صرف شکریہ کا موجب ہوگا بلکہ کئی سال کی آرزوئیں بھی پوری ہوں گی۔ شرحد دستخط

معتمد

نشان مجاریہ (۱۹۳) ۲۷ - ۸ - ۹ئم ف (۱۳ ر مئی ۴۰ ۱۹ء)

بجواب مراسلہ نشان (۱۰) مورخہ ۸ ر تیر ۹ئم ف ترقیم ہے کہ سفر سے واپسی کے معاً بعد میلاد کانفرنس کی متعدد تقاریر کی وجہ صحت متاثر ہوگئی ہے اس لیے اب آئندہ کسی جلسہ میں تاصحت کامل شرکت سے معذور ہوں اور معافی کا طالب۔ فقط

شرحد دستخط

بہادر یار جنگ

نقل۔ مراسلہ محکمۂ سرکار عالی صیغہ فینانس

نشان مجاریہ (۱۹۶/۱۴) صیغہ حساب واقعہ ۱۰؍خورداد ۱۳۵۱ف (۱۴/اپریل ۴۲ء)

نشان مثل محکمہ ہذا ۸۴/۴۸ صیغہ حساب ۵۰ف

سیل

حسب الحکم عالی جناب نواب صدر المہام بہادر فینانس منجانب مولوی محمد لیاقت اللہ خاں بی۔ سی۔ ایس معتمد فینانس بخدمت جناب معتمد صاحب مجلس اتحاد المسلمین مملکت آصفیہ اسلامیہ	}	مقدمہ قرارداد نسبت عہدہ داران ممالک مغربی

بحوالہ مثنیٰ مراسلہ آں دفتر نشان (۷۵، ۲) مورخہ ۳۰؍فروردی ۱۳۵۱ف (۳/مارچ ۱۹۴۲) بمقدمہ صدر ترقیم ہے کہ یورپین اصحاب کے تقرر کا مسئلہ مصالح نظم و نسق حکومت سے متعلق ہے اس کا تعلق انجمن اتحاد المسلمین سے نہیں ہے فقط

شرحہ دستخط نائب معتمد فینانس

مشمولہ مثل ۸۴/۴۸ حساب سنہ ۵۰ف (۴۰ء)

السلام علیکم۔

بجواب مراسلہ نشان (۱۹۶/۱۴) مورخہ ۱۰؍خورداد ۱۳۵۱ف (۱۴/اپریل ۱۹۴۲ء) بمقدمہ صدر ترقیم ہے کہ مملکت کا نظم و نسق باشندگان مملکت کے لیے ہے اسی لیے نظم و نسق کے ہر مسئلہ کا تعلق باشندگان مملکت اور ان کی نمائندہ جماعت سے ہے۔ میرا ایقان تو یہ ہے کہ مسئلہ زیر بحث کا تعلق مجلس اتحاد المسلمین ہی سے ہے اور اگر حکومت اسی کو آج محسوس نہ کرے تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ محسوس کرنے پر مجبور ہوگی۔ اس لیے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ حکومت مجبور ہونے سے پہلے اسی کو محسوس کرنا شروع کردے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ سب ممبران خیالات کو عالی جناب صدر اعظم بہادر کے ملاحظہ میں لا رہے ہیں اس لیے میں ان کو علیحدہ زحمت دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ فقط۔

(بہادر یار جنگ)

صدر

نقل مراسلہ مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی سررشتہ ابتدائی صیغہ فوجداری

۱۹ ۳۷ مورخہ ۱۸ ر ماہ آبان ۱۳۴۲ ف (۲۴ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

سیل

حسب الحکم مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی منجانب معتمد مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی بخدمت جمیع ممبران صاحبان جیوری منتخب شدہ سہ ماہی اول بابتہ ۱۳۴۳ ف (۱۹۳۴ء)	مقدمہ انتخاب ممبران جیوری سہ ماہی اول بابتہ ۱۳۴۳ ف (۱۹۳۴ء)

جو ممبران جیوری سہ ماہی اول ۱۳۴۳ ف (۱۹۳۴ء) کے لیے حسب فقرہ (۳) قواعد جیوری بغرض انجام دہی فرائض جیوری نامزد ہوئے ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔ بموجب فقرہ (۴) قواعد جیوری نامزد شدہ ممبران جیوری کے خدمات میں اطلاع نامہ بغرض اطلاع انتخاب مرسل ہے۔ سہ ماہی اول کے لیے جس کا آغاز یکم آذر ۱۳۴۳ ف (۱۹۳۴ء) سے ہوگا مقدمات وڈاکہ مع قتل میں آپ کو طلب کیا جائے گا اس کی ایک ایک کاپی مہتمم صاحب دار الطبع بغرض اندراج جریدہ اعلامیہ سرکار عالی و عدالت فوجداری بلدہ و عدالت ضلع اطراف بلدہ میں مرسل ہے۔

۱۔ راجہ نارائن پرشاد صاحب مددگار نظم جمعیت

۲۔ آر۔ ڈبلیو۔ ڈیوسکر صاحب آرٹسٹ

۳ - مولوی خواجہ معین الدین صاحب انصاری ایچ.سی.ایس مددگار معتمد فینانس

۴ - مولوی محمد کرم اللہ خاں صاحب مددگار ناظم انجمن اتحادی

۵ - کے.سی رائے سکسینہ صاحب مددگار پروفیسر تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی

۶ - مولوی محمد الیاس صاحب برنی مددگار پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ

۷ - راجہ کونڈہ رڈی صاحب کاچی گوڑہ

۸ - مسٹر سارنگاپانی کیمسٹ مُنیالہ اینڈ کمپنی اسٹیشن روڈ

۹ - رائے شیوراج بہادر صاحب لکچرار جاگیردار کالج

۱۰ - مولوی محمد داؤد خاں صاحب مددگار ناظم بندوبست

۱۱ - نواب بہادر یار جنگ بہادر

۱۲ - مولوی انوار اللہ صاحب جاگیردار ساکن پتھرگٹی

۱۳ - محمد اکبر صاحب منصبدار ہائیکورٹ

۱۴ - مولوی اکبر علی صاحب مددگار پروفیسر قانون جامعہ عثمانیہ

۱۵ - مولوی احمد محی الدین صاحب اڈیٹر اخبار رہبر دکن

۱۶ - عبدالعزیز صاحب آکشنر اسٹیشن روڈ

۱۷ - میجر ممتاز یار الدولہ لکڑی کاپل

۱۸ - سجاد مرزا صاحب ایم.اے. پرنسپل ٹریننگ کالج

شرحِ دستخط

معتمد

نشان مجاریہ (۹۲) مورخہ ۳/بہمن ۳۳ف

معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت

میں اپنے خانگی، قومی اور سرکاری مشاغل کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رکھتا ہوں کہ جیوری کے اجلاسوں میں شرکت کرسکوں۔ اس لیے براہ کرم ارکان جیوری کی فہرست سے میرا نام خارج فرماکر ممنون فرمایئے گا۔ فقط

شرحد تخط بہادر یار جنگ

۱۸-۲-۴۳ف م ۱۹۳۴ء

نشان (۷/۵) ۲۷/۱۴ متفرق سنہ ۳۶ف

۲۷/بہمن سنہ ۳۶ف

مقدمہ

استدعا رخصت دو ماہ نواب محمد بہادر خاں

جاگیردار و جمعدار نظم جمعیت سرکار عالی

خدمت جناب ناظم صاحب نظم جمعیت سرکار عالی

بمقدمہ مندرجہ عنوان گزارش ہے کہ میں بغرض زیارت بزرگان دین بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی سفر کرنا چاہتا ہوں لہذا دو ماہ کی رخصت کے لیے صدر پر تحریک فرمائی جائے تاریخ استفادہ اور تاریخ واپسی سے بوقت روانگی و واپسی اطلاع دی جائے گی۔ فقط

شرحد تخط

محمد بہادر خاں

جاگیردار و جمعدار نظم جمعیت سرکار عالی

۱۴/ اسفندار ۱۳۳۶ ف

بخدمت جناب ناظم صاحب نظم جمعیت سرکار عالی

بسلسلہ مراسلہ نشان مورخہ سنہ

مقدمہ صدر گزارش ہے کہ میرے زمانہ رخصت میں آوردہ زیر نگرانی جناب زور آور خاں صاحب جمعدار زرباڑی ولد شہزور خاں صاحب جمعدار مرحوم رہے گا۔ فقط

شرحہ دستخط

محمد بہادر خاں

بہادر یار جنگ کے خطوط

(معتمدین و نظماء (ادارہ جات سرکار عالی کے نام))

محمد بہادر خاں خلف نصیب یاور جنگ — حیدرآباد دکن
نشان (۶) مورخہ — ہدوی منزل بیگم بازار
بخدمت جناب نواب ہاشم یار جنگ بہادر } مقدمہ
معتمد وضع قوانین سرکار عالی } واپسی از سفر حج و سیاحت بلاد اسلامیہ

بہ مقدمہ صدر ترقیم ہے کہ میں اپنی سیاحت بلاد اسلامیہ سے واپس آچکا ہوں۔ لہٰذا مجلس کی ان تمام کارروائیوں سے جو اس گزشتہ آٹھ ماہ میں ہوئیں مطلع فرمائیے اور آئندہ ہر سب کمیٹی اور اجلاس عام کی تاریخ سے مطلع فرمائیے کہ شریک ہوکر اپنے مفوضہ خدمات انجام دے سکوں۔ فقط

شرحہ دستخط بہادر یار جنگ
۲۶/۹ ۹م ف م ۲۹ جنوری ۱۹۳۱ء

بخدمت جناب نواب ہاشم یار جنگ بہادر } مقدمہ:۔ روانگی برائے حج بیت اللہ و
معتمد مجلس وضع قوانین سرکار عالی } زیارت مقامات مقدسہ

میں بغرض ادائی فریضہ حج بیت اللہ و زیارت مقامات مقدسہ چھ ماہ کے لیے بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی جا رہا ہوں۔ لہٰذا شریک اجلاس ہونے

مجلس وضع قوانین نہ ہوسکوں گا۔ اطلاعاً عرض ہے۔

شہر حد دستخط۔ بہادر یار جنگ

۱۳-۶-۴۰ ف م ۱۸ مارچ ۱۹۳۱ء

---

۱۶ اردی بہشت ۱۳۴۰ ف م ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء

بخدمت عالی جناب نواب اختر یار جنگ بہادر

معتمد امور مذہبی سرکار عالی

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ میرے ساتھ سفر حج میں جو لوگ شریک رہیں گے ان کی فہرست منسلک ہے۔ ان میں سے اکثر اضلاع و دیہات کے رہنے والے ہیں۔ جو بمبئی میں یکجا ہوں گے اس لیے ان سب کی رقوم بمبئی میں قافلہ سالار صاحب کے پاس اماناتاً جمع کروا کر علیحدہ علیحدہ پاس بک حاصل کر لیے جائیں گے براہ کرم ان کے نام شریک رجسٹر حجاج فرمائے جائیں۔ ان میں سے جن کو سرکاری امدادی ٹکٹ ملے گا ان کے اسماء فہرست کے آخر میں علیحدہ درج کیے گئے ہیں۔ فقط

بخدمت جناب ناظم صاحب دفتر دیوانی و ملکی و مال و اسناد و مواہیر وغیرہ

جناب عالی۔

محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی میں جمعداروں کے اسناد کی تحقیقات عمل میں آرہی ہے۔ چونکہ میرے یہاں کے اکثر اسناد گم ہو گئے ہیں اس لیے براہ کرم میرے خاندان میں جو جاگیرات تنخواہ فوج مناصب اعزاز و خطابات وغیرہ وقتاً فوقتاً بحال و سرفراز ہوتے رہے ہیں ان سب کے اسناد برآمد فرما کر ان کی نقلیں مرحمت فرمائیے تاکہ محکمہ جات متعلقہ میں بطور ثبوت پیش ہوسکیں۔ مختصر واقعات خاندان

بغرضِ سہولت تلاش درج ذیل ہیں۔

میرے جدِ اعلیٰ محمد نصیب خاں بہادر معہ اپنے دونوں بھائی محمد ماندور خاں و محمد بہادر خاں کے تقریباً ۱۲۴۰ھ میں بعہد نواب سکندر جاہ بہادر سغفرت منزل وارد حیدرآباد ہوئے اور مناصب و جاگیرات سے سرفراز کیے گئے۔ ان کے بعد محمد ماندور خاں ان کے جانشین ہوئے، اور نصیب یاور جنگ (اول) خطاب پایا۔ تیسرے بھائی محمد بہادر خاں نے نصیب یاور جنگ اول کے سامنے ہی وفات پائی اور نصیب یاور جنگ اول کے جانشین میرے دادا نواب محمد دولت خاں نصیب یاور جنگ ثانی اور ان کے جانشین حضرت قبلہ گاہی نواب محمد نصیب خاں نصیب یاور جنگ ثالث ہوئے

امید ہے کہ بعجلت محکمہ اسناد برآمد کر کے نقول عنایت کیے جائیں گے فقط

بہادر خاں

نقل۔ مراسلہ دفتر معتمد مجلس صفائی واقع ۲۵-۶-۱۰ الٰہی ۴۲ م ۱۳ف

نشان (۵۰۷۳) (۲۹ / مارچ ۱۹۳۳ء)

نشان مثل (۷۰) بابتہ ۱۳۴۲ف م ۱۹۳۳ء

مہر

منجانب راجہ ترمبک راج بہادر اعزازی معتمد مجلس صفائی حیدرآباد بخدمت جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر	مقدمہ انتخاب رکنیت مجلس صفائی

بہ تحریک معزز مجلس صفائی منعقدہ ۱۲ / آبان ۴۱ف (۱۷ / ستمبر ۱۹۳۱ء) بجائے محمد عبدالجبار خاں صاحب جمعدار عرب آپ کا نام رکنیت مجلس صفائی پر سرکار نے منظور فرمایا ہے۔ حسب قاعدہ ہر اجلاس کمیٹی میں آپ کی شرکت لازمی ہوگی۔

اطلاعاً نگارش کی گئی ہے۔ فقط
شرحہ دستخط
اعزازی معتمد مجلس

بخدمت شریف جناب معتمد صاحب مجلس بلدیہ حیدرآباد

قانون بلدیہ کے نفاذ کو ایک سال کا زمانہ منقضی ہوا۔ اس عرصہ مدت میں تجربہ اور عمل سے عام طور پر یہ محسوس کیا گیا کہ قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے گو قانون بلدیہ سالہا سال تک مجلس وضع قوانین کے ملاحظہ میں زیر غور رہا مگر دنیا کے ہر قانون کی خامیاں اور حقیقی ضروریات تجربہ اور عمل کے بعد ظاہر ہوا کرتی ہیں اس لیے ضرورت ہے کہ گزشتہ انتخاب اور عمل کے مدنظر ترمیمات کا ایک مسودہ مرتب کیا جائے۔ اس کی نسبت میری تحریک ہے کہ ایک سب کمیٹی اس غرض کے لیے مقرر کی جائے کہ وہ عام اعلان کے ذریعہ قانون سے متعلق ترمیمات کو جمع کرے اور غور کر کے اپنی رائے کے ساتھ مجلس بلدیہ میں پیش کرے تاکہ مجلس وضع قوانین میں پیش کروا کر اس کی منظوری حاصل کی جاسکے۔ ۲۰ رجب ۴۴ھ (۲۴ نومبر ۱۹۳۴ء)

شرحہ دستخط۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر

میں تحریک کی تائید کرتا ہوں۔ مولوی احمد محی الدین صاحب

خط بنام ناظم کوتوالی (مسٹر ہالنس)

"کوتوالی اصلاع سرکار عالی کی رپورٹ نظم ونسق بابتہ ۱۳۴۶ف کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ نیز مقامی اخبارات میں بھی اس کے اقتباسات شائع کیے گئے اس وقت آپ کو مخاطب کرنے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوتوالی کی عام رپورٹ پر تنقید کروں۔ میں صرف فقرہ (۵) کی دوسری سطر کی طرف آپ کو توجہ دلانا

چاہتا ہوں۔ جس میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی بڑی وجہ آپ نے تحریک شدھی کے
ساتھ ساتھ تبلیغ کو قرار دیا ہے چونکہ سنہ ۱۹۳۶ء میں منظم تبلیغی مساعی صدر مجلس اسلام
کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ اس لیے عام طور پر آپ کی اس تنقید سے وہی تبلیغی کوشش
مراد لی جا رہی ہے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو تبلیغ کی
طرف منسوب کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ صدر مجلس تبلیغ اسلام کی جانب سے
تبلیغ صرف چار اضلاع میں ہوئی ہے۔ تلنگانہ کے اضلاع ورنگل اور نلگنڈہ میں۔
نلگنڈہ کے تعلقات دیورکنڈہ، سریاپیٹ و حضور نگر میں اور ورنگل کے تعلقات
پاکھال اور محبوب آباد اس سے مستثنیٰ ہیں اور مرہٹواڑی میں اضلاع اورنگ آباد
کے تعلقات بھوکردن، جالنہ اور عنبر میں اور ضلع بیڑ کے تعلقات پاٹودہ اور گیورائی
میں تبلیغ کی گئی۔ جاگیر کلیانی ضلع گلبرگہ، تعلقہ سدی پیٹ ضلع میدک اور قصبہ جڑچرلہ ضلع
محبوب نگر میں چند روز کے لیے ایک ایک مبلغ مقرر کیا گیا تھا جو جلد موقوف کروا دیا
گیا۔ ان کے سوا ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کسی اور مقام پر صدر مجلس تبلیغ اسلام کی
طرف سے تبلیغ ہوئی۔ جہاں تک آپ کی رپورٹ شہادت دے رہی ہے اور مجھے
واقعات کا علم ہے سنہ ۱۳۴۶ف میں مقامات مذکورالصدر پر کہیں کوئی فرقہ وارانہ فساد وقوع
پذیر نہیں ہوا۔ ہوملہ، سعداللہ نگر، دھارور، نرگنڈہ اور عثمان آباد کے جن علاقوں
میں جو رپورٹ زیر نظر ہے فرقہ وارانہ فساد کا وقوع ظاہر ہو رہا ہے ان میں سے ایک مقام
بھی ایسا نہیں ہے جہاں کہیں تبلیغ کی گئی ہے۔ یہ امر انتہائی حیرت کا موجب ہے کہ عین
وہ مقامات جہاں تبلیغ ہو رہی ہے فرقہ وارانہ کشیدگی سے محفوظ ہیں۔ اور جن مقامات
پر فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی ان کو تبلیغ سے دور کا بھی واسطہ یا تعلق نہ ہوا اور
اس کے باوجود تبلیغ کو فرقہ وارانہ کشیدگی کا باعث قرار دیا جائے۔ میں متوقع ہوں کہ
آئندہ اس کی اصلاح فرما دی جائے گی تاکہ پبلک کو غلط فہمی نہ ہو۔ افترا پرداز کو

فتنہ پردازیوں کے لیے ایک اور موقع نہ ملے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اسی طرح مذہب اسلام کی تبلیغ نہایت باقاعدہ اور پرامن طریقوں پر حدود قانون کے اندر رہ کر کی جارہی ہے جس طرح مذہب عیسائیت کی تبلیغ برسوں سے جاری ہے مقامی ہندو باشندوں نے کبھی اظہار رنج و غضب تو کجا گلہ تک نہیں کیا۔ البتہ کئی ہینے بعد بعض . . . . . پرچارنے ان دیہاتوں میں جاکر لوگوں کو بھڑکانے کی کوشش کی لیکن تبلیغی کارکنوں کے انتہائی ضبط اور نظم نے کوئی ناگوار صورت پیدا نہ ہونے دی۔ فقط

آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ

"قائد ملت" از غلام محمد بی۔ اے۔ عثمانیہ صفحہ ۶۱ تا ۶۳

تاریخ اشاعت جنوری ۱۹۴۶ء

بہادر یار جنگ کا خط معتمد مالگزاری کے نام

بیگم بازار۔ حیدری منزل۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر

مراسلہ محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ مالگزاری واقع ۳۰ بہمن ۵۱ ف م ۲۴ شعبان

نشان مثلے (۳۶۷)

۱۳۵۰ھ

بجر

منجانب معتمد سرکار عالی صیغہ مالگزاری
بخدمت معتمد صاحب مجلس جاگیرداران ممالک محروسہ سرکار عالی

} مقدمہ انتخاب رکنیت طبقہ جاگیرداران برائے مجلس وضع قوانین

بسلسلہ مراسلہ محکمۂ ہذا نشان (۲۱۵) مورخہ ۲۶ رد ے ۱۳۴۱ف بمقدمہ مندرجہ
صدر نگارش ہے کہ انتخاب ارکان از طبقۂ جاگیرداران کا جلسہ منعقد ہوکر نواب
بہادر یار جنگ جاگیردار مواضعات اڈکرپلی وغیرہ اور مولوی دوست محمد خاں صاحب
جاگیردار مواضعات دھمی گانوں وغیرہ کا انتخاب آئندہ دو سال کے لیے رکنیت
مجلس وضع قوانین پریشگاہ صدارت عظمیٰ سے منظور فرمایا گیا ہے۔
ف۔ ایک ایک مثنیٰ نواب بہادر یار جنگ بہادر و دوست محمد خاں صاحب
کو اطلاعاً مرسل ہے۔ فقط　　شرحد ستخط

مددگار معتمد مال

مراسلہ محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی　　واقع ۲ر آذر ۱۳۳۶ف

نشان (۲۸۹۷) جمعیت

مہر

منجانب نواب قدرت نواز جنگ بہادر ناظم
خدمت محمد بہادر خاں صاحب نگران کار
کارخانہ نعیب یادر جنگ

مقدمہ
منظوری رخصت دو ماہ بغرض سفر بیرون ممالک
محروسہ سرکار عالی

بجواب مراسلہ نشان (۲۷) مورخہ ۴ر اسفندار ۳۶ف بمقدمہ مندرجہ عنوان ترقیم
ہے کہ حسب الحکم عالی جناب مہاراجہ سرصدر اعظم بہادر سرکار عالی دفتر صدر سے ذریعہ
مراسلہ نشان (۲۲۳) مورخہ ۲۶ر اردی بہشت ۳۶ف حسب خواہش آپ کے بہ نگرانی
زور آور خاں صاحب رخصت دو ماہ منظور کی گئی ہے۔ اور آپ ایاب ذہاب کی تاریخ سے
ایما فرمایا جائے۔ مثنیٰ اس کا بدفتر سررشتہ داری ہری لعل جیو بغرض عمل مرسل ہے۔ فقط

شرحد ستخط　مددگار ناظم

۳؍امرداد ۱۳۳۶ف

بملاحظہ
جواب

گزارش ہے کہ طلب رخصت کے بعد میں اپنی مسلسل علالت کی وجہ سے استفادہ نہ کر سکا اور اب موسم کے گزر جانے کی وجہ سے ارادہ ملتوی کرنا پڑا اس لیے عرض ہے کہ رخصت آئندہ کے لیے ملتوی فرمائی جائے۔ فقط

شرہ دستخط

بہادر خاں

مراسلہ محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ مالگزاری ۱۹؍فرور دی ماہ الہٰی ۱۳۳۷ف

نشان (۵۰۵ / ۵۰۶) م ۲۸؍شعبان ماہ ہلالی ۱۳۴۶ھ

حسب الحکم عالی جناب صدر المہام بہادر مال منجانب جی۔ جے۔ ٹاسکر اسکوائر او۔ بی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ بی معتمد سرکار عالی صیغہ مالگزاری بخدمت محمد بہادر خاں صاحب خلف نقیب یاور جنگ مرحوم	مقدمہ درخواست نسبت اجازت بغرض روانگی بیرون ملک سرکار عالی

بجواب درخواست مورخہ ۱۵؍اسفندار ۱۳۳۷ف بمقدمہ صدر لکھا جاتا ہے کہ حسب درخواست آپ کے ایک ماہ کی اجازت بغرض روانگی زیارت بیرون ملک سرکار عالی دی جاتی ہے۔

ف۔ اس کی ایک کاپی بغرض طبع جریدہ مہتمم صاحب دار الطبع کی خدمت میں مرسل ہے۔ فقط

شرہ دستخط

شکستہ

۱۹-۵-

بہادر یار جنگ کا خط نواب ہاشم یار جنگ کے نام

بخدمت شریف جناب نواب ہاشم یار جنگ بہادر معتمد سرکار عالی صیغہ قانون

نشان (۲۸۹۷) واقع ۲؍امرداد ۱۳۴۶ف

اجلاس سوم بابت ۱۳۴۱ف

بجواب اطلاع نامہ نشان (۳۰۴) واقع ۱۲؍شہریور ۱۳۴۱ف ترقیم ہے کہ مجھے نواب اکبر یار جنگ بہادر کا پیش کردہ مسودہ قانون "ترمیم قانون پٹہ" وصول نہیں ہوا ہے براہ کرم جلد روانہ فرما کر ممنون فرمائیے۔ فقط

شرحدستخط بہادر خاں ۱۸-۱۰-۴۱ف

بہادر یار جنگ کے خطوط

نواب قدرت نواز جنگ کے نام

بخدمت عالی جناب نواب قدرت نواز جنگ بہادر ناظم نظم جمعیت سرکار عالی

مقدمہ

شرکت ڈنر ہائے عیدین و سالگرہ مبارک وغیرہ

بمقدمہ صدر گزارش ہے کہ عیدین اور سالگرہ مبارک کی تقاریب سعید میں جو سرکاری ڈنر ہوتے ہیں ان میں شرکت اور پیش کشی نذر کے متعلق حضرت ظل سبحانی نے بذریعہ فرمان مبارک احکام نافذ فرمائے تھے کہ جن عہدہ داران کی ماہوار (۵۰۰) سو روپے ہو وہ اس میں شریک ہو کر نذر گزارنے کی عزت حاصل کر سکیں گے۔ مجھے علم نہیں ہے کہ اس سے قبل محکمہ والا سے اس ضمن میں کیا کارروائی ہوئی اور ہمارے محکمہ نظم کی جانب سے کن جمعداروں یا عہدیداران غیر صافی کے اسماء پیش کیے گئے۔ مگر اب تک میں اس عزت سے محروم رہا ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ والد مرحوم و مغفور

کے انتقال کے بعد سے اب تک میری اجرائی زیر تصفیہ ہے۔ اب جب کہ میرے نام والد مرحوم کی وراثت منظور ہو کر محکمہ سرکار سے حسب الحکم صدارت عظمیٰ احکام اجرائی نافذ ہو چکے ہیں اور صرف شکمی کے ایک ضمنی مسئلے کے سلسلے میں کارروائی زیر تصفیہ ہے۔ میں اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ جناب کی خدمت میں اس امر کی یاد دہی کروں عیدالضحیٰ بہت قریب ہے۔ اس لیے براہ کرم بعجلت ممکنہ ضروری کارروائی فرما کر میرے لیے شرکت ڈز و پیش کشی نذر کی اجازت حاصل فرمائی جائے۔

مخفی نہ رہے کہ والد مرحوم کی جمعداری جس پر میں بحال ہوا ہوں اس کی ماہوار (۵۰۰) ماہانہ علاوہ ماہوار لوازمہ و بچت سلحداریاں کے ہیں۔ فقط

شرح دستخط

محمد بہادر خاں

بسلسلہ مراسلہ نشان (۱۱) مورخہ ۲۳ خورداد ۱۳۳۶ ف گزارش ہے کہ مراسلہ محولہ کا جواب اب تک نہ ملا اور معلوم نہ ہوا کہ اس پر کیا کارروائی فرمائی گئی۔ ماہ رجب قریب ہے اس لیے بصیغہ اشد ضروری توجہ دلائی جاتی ہے۔ فقط

شرح دستخط

محمد بہادر خاں

مراسلہ محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی   واقع ۲۲ آبان ۱۳۳۹ ف

نشان (۲۸۷۷)   مہر

منجانب نواب قدرت نواز جنگ بہادر ناظم   مقدمہ

خدمت محمد بہادر خاں صاحب جمعدار   شرکت ڈز ہائے عیدین و سالگرہ مبارک

بجواب مراسلہ نشان (۲۰) مورخہ ۲۸ مہر ۱۳۳۹ ف بمقدمہ صدر نگارش

ہے کہ آپ نے اس مبارک تقریب میں شرکت کی کس بناء یا حقوق پر خواہش فرمائی ہے اس کا اظہار فرمایا جائے۔ فقط

شرح دستخط
مددگار ناظم

۳۰ر آبان ۱۳۴۰ف

جواب

مجھے سخت افسوس ہے کہ خود میرا سررشتہ جس کو میرے حقوق کا مجھ سے زیادہ علم ہونا چاہیے مجھ سے دریافت کرتا ہے کہ شرکت "دربار" و پیش کشی نذر کے لیے میرے کیا حقوق ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ حضرت بندگان اقدس و اعلیٰ نے شرکت "دربار" و پیشکشی نذر کے لیے جو قید پانچ سو روپیہ تنخواہ ہونے کی لگائی ہے وہ مجھ سے مطابق ہے اور میں پانچ سو روپیہ ماہوار سررشتہ فوج سے پانے کا استحقاق رکھتا ہوں جس کی منظوری صدارت عظمیٰ سے بھی ہوگئی ہے اور جو کارروائی محض شکلی کے سلسلے میں ملتوی ہے۔

نیز شاید جناب ناواقف نہ ہوں کہ میں اس سلطنت ابدمدت کے پشتینی جان نثاروں میں سے ہوں اور میرے اجداد کو اور خود حضرت قبلہ گاہی مرحوم کو ہمیشہ شرکت دربار اور پیشکشی نذور کی عزت حاصل رہی ہے۔

سالگرہ کی تقریب میں جتنے دربار ہوتے تھے اس میں جناب واقف ہیں کہ صرف منتخب امراء کو حضرت اقدس و اعلیٰ کی گاڑی کھینچنے اور نذر گزراننے کی عزت حاصل ہوتی تھی اور یہ عزت ہمیشہ میرے والد کو حاصل رہی۔

پس اگر چاہوں تو یہ اپنی خاندانی عزت بلاتوسط محکمہ بھی حاصل کرسکتا تھا

لیکن میں نے مناسب خیال تھا کہ محکمہ نظم جمعیت سے میرا جو تعلق ہے اس کے لحاظ سے میں آپ کا توسط اختیار کروں۔ ہر سررشتہ اپنے متعلق معزز عہدیداران کی عزت و حرمت کرتا ہے کہ اس میں خود اس سررشتہ کی عزت ہے لیکن اگر میرا سررشتہ باوجود میرے عماری نشین و تمام لوازمات اعزازی سے سرفراز ہونے اور چارپشت سے خطاب یافتہ ہونے کے بھی میرے اعزاز و حقوق دریافت کرتا ہے اور اس معمولی کارروائی پر چھ ماہ سے کوئی توجہ نہیں فرمائی جاتی تو میں فہمائش کا طالب ہوں تاکہ آئندہ ترک توسط کر کے اپنے یہ اعزاز بلا توسط محکمہ نظم، محکمہ معتمدی کے توسط سے طلب کروں یا خود بندگان اقدس میں معروضہ گزرانوں۔ امید ہے کہ میرا مذکورہ بیان جناب کی تشفی کر دے گا اور اس سے بھی اطمینان نہ ہوا ہو تو میں اس سے زیادہ اپنے حقوق پیش کر سکتا ہوں۔ فقط

شرح دستخط

محمد بہادر خاں

مراسلہ محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی واقع ۲۷ آذر ۱۳۴۰ف

نشان (۲۴۶) جمعیت

مہر

منجانب نواب قدرت نواز جنگ بہادر ناظم } مقدمہ

خدمت محمد بہادر خاں صاحب جمعدار } شرکت ڈنر ہائے عیدین و سالگرہ مبارک

بجواب مراسلہ نشان (۴۳) مورخہ ۳۰ آبان ۱۳۳۹ف بمقدمہ صدر نگارش ہے کہ آپ نے جو صورت اختیار کی وہ دوراندیشی پر مبنی تھی اس کے سوائے اگر کارروائی کی جاتی تو خلاف وصول ہوتی جس کی ذمہ داری آپ پر عائد کی جا سکتی۔ نفس معاملہ میں میری یہ رائے ہے کہ آپ نے اپنے مطالبہ کو کافی طور پر معہ ثبوت نہیں پیش کیا ورنہ ضرور محکمہ ہذا سے اس پر توجہ کی جاتی اگر آپ کے یا آپ کے بزرگوں کے نام کا کوئی دعوتی کارڈ

اس مبارک تقریب کا موجود ہو تو پیش کیا جائے تاکہ اس پر کچھ کارروائی آپ کے مفید مطلب کی جاسکے۔ از روئے موازنہ آپ کی ماہوارہ ذاتنہ صرف (۴۰۰) روپیہ علاوہ لوازمہ اعزازی ہے الاونس اور ایسی ماہوار کا ذات تنخواہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آپ محکمہ ہذا کی اس خصوص میں تشفی فرمادیں تو کسی طرح آپ کی وصولی مد میں کوتاہی نہ کی جائے گی۔ آپ کے موروثی حقوق و اعزاز سے انکار نہیں۔ اس مطالبہ خاص کا ثبوت آپ کو اصولاً پیش کرنا چاہیے۔ فقط

شرحہ تخط

حسب تجویز منصرم مددگار ناظم

---

۱۳ رذے ۱۳۴۰ ف

جواب

سالگرہ مبارک کی تقریب میں ڈنر کی شرکت کے لیے بارگاہ بندگان اقدس سے میرے نام رقعہ آچکا ہے اس لیے اب اس کارروائی میں نہ میں کسی ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت سمجھتا نہ جناب کو زحمت فرمانے کی ضرورت ہے کارروائی ختم فرماکر ممنون فرمائیے۔ فقط

شرحہ تخط

بہادر خاں ۱۱ - ۲ - ۴۰ ف

فلسطینی وفد کی آمد کے تعلق سے نواب صاحب سے مراسلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء

القدس الشریف۔ جناب مکرم و محترم نواب صاحب بہادر دام اقبالکم

بعد التحیۃ و سلام عرض ہے کہ ہم مصر اور بیت المقدس سے چل کر اور اس دور دراز سفر کی گوناگوں صعوبات و مشقت برداشت کر کے آپ کے عظیم الشان ملک ہندوستان جنت نشان میں پہنچے۔

بندرگاہ کراچی پر اوتر کر شملہ، دہلی و آگرہ ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے اور یہاں بحمد اللہ اکابرین بمبئی کے غایت لطف و کرم اخوت اسلامی و مہمان نوازی سے ہم بدل مسرور و ممنون منت ہیں جس مقصد عظیم کی خاطر ہم نے دور دراز کا سفر اختیار کیا ہے اخبارات کے ذریعہ جناب والا کو اُس کا علم ہوا ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے اس سفر کا اصل مطمح نظر حیدرآباد ہی ہے، اور انشاء اللہ عنقریب اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ سلطنتہ کے عظیم المرتبت دار السلطنت میں جو حقیقتاً علم و فن کا معدن اور دنیائے اسلام کی امیدوں کا مرکز ہے حاضر ہو کر شرف و نیاز حاصل کریں گے۔ امید ہے کہ مزاج عالی مع الخیر ہوگا اور یہ عریضہ ایک بہترین اطمینان و مسرت کے وقت ملاحظہ سے گزرے گا۔

آخر میں جناب والا ہماری جانب سے غایت احترامات قبول فرمائے۔ فقط

شرحہ دستخط

مفتی الاکبر دیار مقدسہ

FINANCE OFFICE
THE NIZAMS GOVERNMENT HYD-DN SEAL

دوشنبہ چیٹھی خانگی

عزیز محترم نواب صاحب

سلام مسنون۔ وفد فلسطین کے متعلق گفتگو ارشادات کی ضرورت ہے اگر پانچ بجے غریب خانہ پر تشریف لاسکیں تو بہت شکریہ کا موجب ہوگا۔ بہت تنگ

وقت میں اطلاع عرض کر رہا ہوں جس کی معافی چاہتا ہوں۔ فقط

سر بمہر دستخط

فخر الدین احمد (فخر یار جنگ)

INDIAN POSTS AND TELEGRAPHS
DEPARTMENT
BOMBAY OF 19 13 20 RECD. HERE ON 14M. 22 M.

TO

NEWAB BEHADUR YARJUNG BEHADUR HYD (DN)

HIS EXALTED HIGHNESS GRANTED AUDIANCE

FRIDAY AFTERNOON STOP REACHING FRIDAY MORNING
8.30

GRAND MUFTI

ترجمہ: ترکی کے مفتی اعظم کو اعلیٰ حضرت نے جمعہ کے دن شام میں ملاقات کا وقت دیا ہے۔ مفتی صاحب بمبئی سے نواب صاحب کے نام وہ تار روانہ کیے تھے کہ جمعہ کے دن ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے وہ حیدرآباد (اسٹیشن) نامپلی پر اتریں گے۔

ان کے تار دینے کا مقصد یہ ہے کہ نواب صاحب ان کی آمد سے مطلع ہوں۔ فقط

INDIAN POSTS AND TELEGRAPHS DEPARTMENT

NEW DELHI 26 15 40 WORDS 13

RECD. HERE AT 18 H. 20 M.

TO

NAWAB BAHADUR YARJANG BEGUMBAZAR HYD.(DN.)

MUFTIAZAM AT AGRA REACHING FOUR DAYS LATER

ACCORDING ALAHAZRAT,S TELEGRAM _ HASANNIZAMI.

ترجمہ:۔ یہ تار حسن نظامی صاحب نے نواب بہادر یار جنگ کے نام کیا تھا۔ لکھا ہے کہ مفتی اعظم جو آگرہ میں مقیم ہیں اعلیٰ حضرت کے ٹیلیگرام کی رو سے (۴) چار دن بعد پہنچ رہے ہیں۔

"خواجہ دہلی" ٹیلیفون دفتر اخبار روزنامچہ ۵۶۵۳

ٹیلیفون ذاتی ۲۱۳۲ روزآنہ عادل ۵۶۸۳

از دفتر خواجہ حسن نظامی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء۔ دہلی

۲۱ ر جون ۱۹۳۳ء

مخلص نواز نواب صاحب

سلام علیکم۔ آپ تو مفتی صاحب اور ارکان فلسطین وفد سے اچھی طرح واقف ہیں اور ان کے خیر مقدم کی اہمیت کو بھی سمجھ سکتے ہیں تاہم میں بھی خط لکھ کر فرض ادا کرتا ہوں۔

دعاگو

حسن نظامی

بخدمت شریف عالی جناب معتمد صاحب سیاسیات سرکار عالی

تسلیم۔ صاحب السماحۃ مفتی سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین اور

صاحب المعانی محمد علی پاشا سابق وزیر معارف مصر آج صبح حیدرآباد تشریف لارہے ہیں۔ دنیائے اسلام میں ان کی شخصیتیں مسلمہ طور پر قابلِ احترام ہیں۔ ہائی کمشنر فلسطین و عراق نے ان کو وائسرائے ہند کے نام تعارفی خطوط دیئے تھے اور جب یہ ہندوستان آئے اور شملہ گئے تو وائسرائے کے مہمان رہے ہیں اس لیے میں یقین دلاسکتا ہوں کہ ان کی آمد ہرگز حکومت برطانیہ کے منشاء کے خلاف نہیں ہے۔ ہمارے اس امر کا تصفیہ کہ آیا وہ سرکاری مہمان کی حیثیت سے رکھے جائیں ان کے گسٹ ہاوز میں قیام کا انتظام فرمایا جانا یہ سرکار کے صوابدید پر منحصر ہے۔ آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ ۲۱/امرداد ۴۲ ف

نشان (۱۱/۴) واقع ۲۲/ ماہ امرداد ۱۳۴۲ ف

بخدمت شریف نواب بہادر یار جنگ بہادر۔

وفد فلسطین کی آمد کے متعلق آپ کی پہلی چٹھی مورخہ ۲۱/امرداد ۴۲ ف عالیجناب مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر کے ملاحظہ میں پیش کیے جانے پر ارشاد ہوا کہ مذکورہ بالا وفد کو حیدرآباد آنے کے لیے سرکار عالی کو اطلاع دینی چاہیے اور مہمان سرکاری بنائے جانے کے لیے اعلیٰ حضرت بندگان عالی کی اجازت حاصل ہونی چاہیے۔ لیکن اراکین وفد بلا اطلاع آجائیں تو بدنمائی کو رفع کرنے کے لیے مہمان خانہ سرکاری میں اتار کر بندگان عالی کو اس کی اطلاع بتوسط دفتر پیشی کی جانی چاہیے۔ عالی جناب مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر کو اس کا بھی علم ہوا ہے کہ وفد کو اس امر کی اطلاع دی جاچکی ہے کہ وہ بصورت موجودہ بلدہ آنے میں عجلت نہ فرمائے فقط شرح دستخط

معتمد سیاسیات

— .:. —

گفتگوئے مفاہمت

نواب بہادر یار جنگ اور جناب نرسنگ راؤ صاحب مدیر "رعیت" کے درمیان گفتگوئے مفاہمت کے ضمن میں جو مراسلت ہوئی وہ سیاسی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے لیکن افسوس اس کا ہے کہ یہ مراسلت جو اس وقت کے موقر اخبار "رہبر دکن" میں شائع ہوئی تھی اس اخبار کا مکمل فائل امتدادِ زمانہ کی نظر ہو چکا ہے۔ جو کچھ مواد تلاش و جستجو کے بعد ملا وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ (مرتب)

نواب بہادر یار جنگ بہادر کا خط۔

۲۴؍ آذر ۱۳۴۸ف م ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۳۸ء۔

مکرمی جناب ایم نرسنگ راؤ صاحب۔ تسلیم۔ میں اپنے خط مورخہ ۴؍ آذر ۱۳۴۸ف م ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۳۸ء کے بعد توقع رکھتا تھا کہ آپ فوراً اس کے جواب میں ہندو جماعت کے تین یا پانچ نمائندوں کے اسماء سے مجھے مطلع فرمائیں گے اور میں گفتگو کے لیے تاریخ مقرر کر سکوں گا لیکن مجھے یہ لکھتے ہوئے سخت تاسف ہوتا ہے کہ مسئلہ کی انتہائی نزاکت اور وقت کی اہمیت کے باوجود گزشتہ (۱۰) روز سے میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔

دوسری طرف بلدہ میں دسہرہ کے شر انگیز جلوس نکالے گئے۔ مساجد کے قریب اور دیگر مکانات کے روبرو اشتعال انگیز نعرے لگائے گئے اور بالآخر سینہ گرہ کے

نام سے حیدرآباد کی وہ ہڑبونگ جس کو کوئی سنجیدہ اور صداقت شعار قوم پرست برداشت نہیں کر سکتا جاری کی گئی۔ ان سب سے بڑھ کر حیرت مجھے اس بیان پر آپ کے جیسے قوم پرست کے دستخط کو دیکھ کر ہوئی جو مسٹر نریندر سکسینہ کی گرفتاری کی نسبت بعض اصحاب کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ مسٹر نریندر سکسینہ اس فتنہ انگیز جماعت کے سرگرم کارکن ہیں جس نے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات اور قتل و خون کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اور جس کا مقصد ہی ملک کے باشندوں کو آپس میں لڑانا اور منافرت پیدا کرنا ہے۔ لیکن آپ نے ان کی گرفتاری پر اظہار تاسف فرمایا اور احتجاج کیا۔

ان سب حالات نے اب مجھ پر آپ کے شرکائے کار کی آرزوئے مصالحت کو پوری طرح عریاں کر دیا ہے اور دوسری طرف نام نہاد ستیہ گرہ مگر درحقیقت جارحانہ فرقہ واریت کے بے ضرورت اور اشتعال انگیز مظاہرے نے مفاہمت کے امکانات کو فی الحال باقی نہیں رکھا ہے۔

اس لیے میں اس تمام مراسلت کو جو اس عرصہ میں آپ کے اور میرے درمیان ہوئی شائع کر رہا ہوں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ کی جماعت نے آپ کی مساعی کی قدر نہیں کی اور صلح و محبت کی قیمت کو نہ پہچانا۔ فقط

شرحِ دستخط نواب بہادر یار جنگ بہادر

۲۴ آذر ۱۳۴۸ف م ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

مسٹر نرسنگ راؤ کا خط

مکرمی و محترمی نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد الطافکم۔

تسلیمات! بجواب خط ام وزہ جناب سے صرف اس قدر عرض ہے کہ

آج شب کے ۹½ بجے تک آپ براہ کرم مراسلت کو بغرض اشاعت روانہ نہ فرمائیں۔
افسوس ہے کہ عنایت نامہ مورخہ ۲۴ آذر ۴۸ ف کا جواب دینے میں اس قدر تاخیر واقع ہوئی۔ ہم آج شام میں مل رہے ہیں صورت حال امید افزا ہے کوئی نہ کوئی صورت نکال لی جائے گی۔ زیادہ کرم باد۔

شرحدستخط
یم۔نرسنگ راؤ

مسٹر نرسنگ راؤ کا خط ۲۴ آذر ۴۸ ف م ۲۹ اکتوبر ۳۸ء

بخدمت مکرمی و محترمی نواب بہادر یار جنگ بہادر

تسلیمات! بسلسلہ خط امروزہ گزارش ہے کہ ہندو جماعت کی جانب سے مجھے حسب ذیل ہدایت ملی ہے۔

سابقہ رائے کے لحاظ سے تین یا پانچ کی کمیٹی کا انتخاب مشکل ہوگیا ہے۔ اس کے مدنظر جماعت نے مجھے ہدایت دی ہے کہ جو شرائط کہ جلسہ میں طے ہوئے تھے ان کی کاپی مرسل ہے جس پر دستخطیں ہیں۔ ان شرائط کے لحاظ سے آپ نواب صاحب سے گفتگو اور طے فرمائیں۔ فقط شرحدستخط ایم نرسنگ راؤ

نواب بہادر یار جنگ بہادر کا خط ۲۵ آذر ۴۸ ف م ۳۰ اکتوبر ۳۸ء

مکرمی جناب ایم نرسنگ راؤ صاحب

تسلیم! میرے خط مورخہ دیروزہ کے جواب میں کل ہی آپ کے دو خط موصول ہوئے پہلے خط میں آپ نے مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ میں کل ۹½ بجے شب تک آپ کو مزید مہلت دوں اور مراسلت شائع نہ کروں۔ اس خط میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ صورتحال امید افزا ہے۔ اس تحریر کی بنا پر میں نے مناسب

سمجھا کہ آپ کی خواہش کے مطابق توقف کروں تاکہ مفاہمت کی کوئی صورت نکل
آئے۔ آپ کا دوسرا خط شب کے دس بجے ملا۔ جس کو پڑھ کر مجھے بے حد افسوس ہوا کہ
آپ کی مخلصانہ کوشش پھر رائیگاں گئی۔ آپ کی جماعت اپنی سابقہ رائے (یعنی تین یا
پانچ ارکان کی نمائندگی) سے بھی اب منحرف ہو گئی۔ اور آپ کو گفتگوئے مصالحت کے لیے
کامل آزادی دینے سے بھی انکار کر دیا۔

آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ کسی کامیاب گفتگوئے مصالحت کے لیے گفتگو کرنے
والوں کو کامل اختیارِ تمیزی کے استعمال کرنے کا حق حاصل رہنا ضروری ہے۔ آپ کے اس
اختیار کو سلب کر کے اور (بقول آپ کے) شرائطِ صلح کو خود معین کر کے آپ کی
جماعت نے آپ کی حیثیت مصالحت کنندہ کی بجائے ایک نامہ بر کی بنا دی ہے۔ ظاہر ہے
کہ ایسی صورت میں گفتگو نہ تو نتیجہ خیز ہو سکتی ہے اور نہ آپ خود ایسی پابند اور تابع قیود
حیثیت کو قبول کرنا پسند کریں گے۔

اس امر کا اعادہ شاید بے محل نہ ہوگا کہ میری جماعت نے جو خطِ اعتماد مجھے دیا
ہے وہ ہر شرط اور قید سے مبرا ہے اور ایک باعزت مفاہمت کے لیے میں اپنے کامل
اختیارِ تمیزی کو استعمال کرنے کا مجاز کر دیا گیا ہوں۔ مجھ کو اور میری جماعت کو بے حد
افسوس ہے کہ آپ کی جماعت نے آپ کو اپنا صحیح نمائندہ تسلیم کیا اور نہ کسی اور نمائندہ
یا نمائندگان کا تعین کیا اور مفاہمت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ان حالات میں میرے لیے
بجز اس کے کوئی اور صورت نہیں کہ میں آپ کی اور اپنی جملہ مراسلت شائع کر دوں۔
مجھے یقین ہے کہ آپ کی [illegible] اغراض [illegible] ناکامی کے باوجود آپ کی مخلصانہ کوششوں
کو ہر محبِ وطن قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ فقط

دستخط

نواب بہادر یار جنگ بہادر

مسٹر نرسنگ راؤ کا مکتوب ۲۵ آذر ۱۳۴۸ ف م ۳۰ اکتوبر ۳۸ء

مکرمی و محترمی نواب بہادر یار جنگ بہادر

تسلیمات! جناب کا عنایت نامہ مرسلہ امروزہ وصول ہوا. مجھے خود بھی اس کا افسوس ہے کہ میری تحریر کو آپ نے خط اعتماد کی حیثیت نہیں دی. میری جماعت نے مجھے جو ہدایات دیئے ہیں ان کو پیش کر کے آپ سے گفتگو کرنے کا مجاز گردانا گیا تھا آپ کا خیال ہے کہ مجھے قطعی طور پر میری جماعت کی جانب سے آپ سے گفت و شنید کرنے کا اختیار دیا جانا چاہیے. اگرچہ ان الفاظ میں مجھے اختیارات نہیں دیئے گئے تھے جیسا کہ آپ چاہتے ہیں. لیکن میری جماعت کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ میں آپ سے واجبی امور کے متعلق گفت و شنید کر کے کسی نتیجہ تک نہ پہنچوں. ہر ایک طبقہ کی جماعت میں کثیر التعداد حضرات مختلف خیال کے ہوتے ہیں لیکن اس وجہ سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ کسی واجبی نتیجہ و تصفیہ سے ہر ایک منکر ہے. لہٰذا آپ کے حسب خیال میں اپنی جماعت سے اس تحریر کے حاصل کرنے کی پھر آج کوشش کر رہا ہوں اور اس کے نتیجہ سے میں آپ کو کل صبح کے (۱۰) دس بجے تک اطلاع دوں گا. آپ خوب جانتے ہیں کہ ایسے اہم معاملات کا تصفیہ چند گھنٹوں یا دو ایک روز میں نہیں ہو سکتا. لہٰذا آپ کو اس معاملہ میں عجلت نہیں فرمانا چاہیے جب کہ آپ کی نظر میں باہمی تصفیہ کو ترجیح حاصل ہے. امید کہ آپ کل تک انتظار فرمائیں گے اور مراسلت کی اشاعت میں عجلت نہیں فرمائی جائے گی تاکہ گفت و شنید کا دروازہ بالکل مسدود نہ ہونے پائے. فقط

آپ کا مخلص

ایم. نرسنگ راؤ. ایڈیٹر "رعیت"

مسٹر نرسنگ راؤ کا مکتوب ۲۶ آذر ۱۳۴۸ ف م ۳۱ اکتوبر ۳۸ء

بخدمت مکرمی و محترمی نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد الطافکم

تسلیمات! کل میں نے دن کے ۱۲ بجے آپ کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا تھا کہ مراسلت کی اشاعت میں عجلت نہ فرمائی جائے اور میں نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ میں اپنی جماعت کی جانب سے خط اعتماد حاصل کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہوں اور اس کا انتظار آج (۱۰) بجے تک فرمایا جائے لیکن آپ نے باوجود میری اس خواہش کے پوری مراسلت شائع فرمادی جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔

میں نے حسب خط دیروزہ ۲۵ر آذر ۴۸ ہ ف م ۳۱ر اکتوبر ۳۸ء اپنی جماعت کی جانب سے آپ کے مرسلہ مسودہ کے مطابق خط اعتماد حاصل کیا ہے اور میں کامل اختیارات کے ساتھ گفت و شنید کرنے تیار ہوں اور میں جناب کے جواب کا منتظر ہوں۔

اس موقع پر میں آپ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کے اور میرے ابتدائی گفتگو کے وقت جو صورت و حالات تھے ان میں بعد میں ایسی تبدیلی واقع ہو گئی کہ میرے لیے یا میرے بجائے کسی اور شخص کے لیے بھی ہندو جماعت سے کسی قسم کا اعتماد کا حاصل کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ عین اس وقت جب کہ آپ کی اور میری گفت و شنید اس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ خط اعتماد حاصل کر کے گفت و شنید جاری کی جائے قانون تحفظ امن عامہ کا نفاذ ہو گیا اور متعدد ہندو کارکنوں کے مقابلہ میں تحفظ امن کی کارروائی کی گئی اور ساتھ ہی حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کا قیام ممنوع قرار دیا گیا اس کا رد عمل لازماً ہندو جماعت میں شروع ہو گیا اس صورت حال میں کسی قدر سہولت پیدا کرنے کی غرض سے میں نے حکومت سے کانگریس پر عائد کردہ حکم بندش اٹھانے کی استدعا کی اس میں بھی میں ناکام رہا۔ یہ تمام حالات ایسے ہیں کہ میرے کام میں سہولت پیدا ہونے کے بجائے دشواریاں پیدا ہو گئیں اور یہ تمام ایسے حالات تھے جو آپ کی جماعت کے سامنے پیش نہ تھے اور آپ کے لیے اپنی جماعت سے خط اعتماد حاصل کرنا نہایت آسان تھا۔

بریں ہم آنتا ہیں پورے خط اعتماد کے ساتھ آپ سے گفت و شنید کرنے تیار ہوں۔ میرے خیال میں ایسے اہم معاملات میں مجلت سے کام لے کر مصالحت کی گفت و شنید کا دروازہ مسدود نہیں کرنا چاہیے۔ اور میں نہایت خلوص کے ساتھ آپ کو اس کا اطمینان دلا سکتا ہوں کہ ہندو جماعت ہرگز گفت و شنید کا دروازہ مسدود کرنا نہیں چاہتی۔ باوجود اس کے جناب مصالحت کی گفتگو کو بے سود خیال فرماتے ہیں تو اس کی ذمہ داری ہندو جماعت پر نہ رہ سکے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اپنی ذمہ داری کو محسوس فرما کر گفت و شنید کا سلسلہ بند نہیں فرمائیں گے۔

اس خاص غرض کے لیے میں نے آج شام کے (؟) بجے تک اپنے لیے فرصت نکال لی ہے۔ اگر آج جناب کو فرصت نہ ہو تو کل کوئی وقت مقرر فرما کر مجھے مطلع فرمائیے۔ منتظر جواب ہوں۔ زیادہ کرم باد۔ آپ کا مخلص

ایم نرسنگ راؤ۔ ایڈیٹر "رعیت"

نواب بہادر یار جنگ کا مکتوب

مکرمی جناب نرسنگ راؤ صاحب۔ تسلیم آپ کے دو خط مورخہ ۲۵ آذر ۴۸ف م۔ ۳۰ اکتوبر ۳۸ء و ۲۶ آذر ۴۸ف م ۳۱ اکتوبر ۳۸ء وصول ہوئے۔ پہلا خط پہنچا تو مجھے افسوس ہوا کہ میں نے مراسلت بغرض اشاعت روانہ کردی تھی۔ اس کو دوبارہ روکنے کی میں نے یوں ضرورت نہ سمجھی کہ گو میں آپ کے خلوص کا معترف تھا اور ہوں لیکن آپ کی جماعت کی ذہنیت سے مایوس ہو چکا تھا۔

آپ کا آج کا خط پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ نے میرے مرسلہ مسودہ کے مطابق خط اعتماد اور گفتگو کی کامل آزادی حاصل کر لی ہے۔ میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے زیادہ خوشی اس کی ہے کہ مراسلت کی اشاعت گفتگو کو جاری رکھنے

کے مسئلہ پر اثر انداز نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے کیوں کہ میں آپ کی خواہش کے مطابق (جو محمد صدیق کی زبانی مجھ تک پہنچی تھی) مسائل زیر بحث کا تذکرہ کرنے سے عمداً احتراز کیا تاکہ جب کبھی حالات اجازت دیں ہم گفتگو جاری کر سکیں۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ نوبت جلد ہی آگئی آج اور کل میرا وقت پورا بٹ چکا ہے پرسوں یعنے چہارشنبہ کے روز ساڑھے نو بجے میں آپ کا منتظر رہوں گا۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

شرحہ دستخط بہادر یار جنگ بہادر

۲۷ آذر ۴۸ ۱۳ ف م یکم نومبر ۳۸ء ۲۸ آذر ۴۸ ۱۳ ف م ۲ نومبر ۳۸ء چہارشنبہ

نواب بہادر یار جنگ بہادر کا مکتوب ۲۶ اسفندار ۴۸ ۱۳ ف م ۲۹ جنوری ۳۹ ۱۹ء

مکرمی جناب ایم نرسنگ راؤ صاحب تسلیم

ہماری آخری ملاقات کو ایک ہفتہ سے زیادہ عرصہ گزرا۔ آپ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی کہ آپ کسی قطعی فیصلہ پر پہنچے یا نہیں۔ طے شدہ مسائل پر یہ تامل اور غور، بالخصوص میری اتنی صاف واضح اور غیر مبہم گفتگو کے بعد باعث حیرت ہے اور میرے لیے سخت تکلیف دہ ہیں۔ احباب اور اپنی جماعت کے تقاضہ سے تنگ آگیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جلد اپنی ذمہ داری کو پورا کر دوں۔ آپ مجھے صاف فرما دیں گے اگر میں یہ کہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں آپ کے لیت و لعل پر شبہ کرنے لگوں میں ممنون ہوں گا اگر آپ اپنے ارادے سے مجھے مطلع فرما دیں۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

مسٹر ایم۔ نرسنگ راؤ کا مکتوب ۲۷؍ اسفندار ۵۸ ف م ۳۰؍ جنوری ۴۹ء

مکرمی و معظمی نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد لطفکم۔

آداب و تسلیم! آپ کا کرم نامہ مورخہ ۲۶؍ اسفندار ۵۸ ف م ۲۹؍ جنوری ۴۹ء وصول ہوا۔ گزشتہ یعنی ۱۸؍ اسفندار کے روز جناب سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت میں نے اپنا پوزیشن صاف کر دیا تھا اور جناب نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی محمد صدیق صاحب اور میں اولاً اس بارے میں گفتگو کریں اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد جناب سے پھر ملاقات ہو جائے۔ اس کے بعد دو چار روز تک محمد صدیق بیمار رہے۔ غرض کہ موصوف سے پرسوں شنبہ کے روز قطعی ملاقات ہو چکی اور میں نے اپنا پوزیشن صاف طور پر ان سے ظاہر کر دیا ہے۔ لہٰذا لیت و لعل کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ کی اور میری گفتگوئے مفاہمت جو جاری رہی وہ متحدہ اغراض کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم کے قیام سے متعلق ہے۔ اس بارے میں آپ کے اور مجھ میں کافی مباحث ہوئے۔ ابتداً جب آپ کی اور میری غیر رسمی و خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں اسی وقت ہی سے ذمہ دارانہ حکومت کا نصب العین میری گفتگو کی بنیاد رہی۔ جب یہ طے پایا کہ خط اعتماد حاصل کر کے مزید گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو خط اعتماد حاصل کرنے کے بعد سلسلۂ گفتگو جاری رہا۔ اس دوران میں میں نے حتی کہ کوشش کی کہ جن امور کے تعلق سے آپ اور آپ کی جماعت کے دلوں میں خطرات لگے ہوئے ہیں ان کی نسبت آپ کو تشفی دلاؤں چنانچہ اس سلسلے میں بعض امور جس کا تعلق مسلمانوں کے مذہبی و کلچرل حقوق سے ہے طے پائے۔ ان طے شدہ مسائل پر غور نہ کر رہے ہیں کر رہا ہوں اور نہ آپ کے لیے ضروری ہے ان امور کے طے پانے کے بعد جب ہیئت حکومت کا سوال پیش ہوا تو میں نے اعلیٰ حضرت بندگان عالی و خانوادہ آصفی کے زیر سایہ عاطفت ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کو متحدہ نصب العین کی حیثیت

یہ مکمل پیش کیا جو ابتدا سے میری گفتگو کی بنیاد تھی۔ مختلف مسائل پر تفصیلی بحث کے دوران میں ہر مرتبہ میں برابر اسی نصب العین کا ادعا کرتا رہا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کو میرے ادعا کے تسلیم کرنے میں تامل رہا۔ لیکن میں نے اپنی جانب سے انتہائی کوشش کی کہ آپ کو میری جماعت کی محبت اور حسن معاملت کا اعتماد دلاؤں اور جن مذہبی کلچرل اور اقتصادی امور کے تعلق سے آپ کی جماعت کے دل میں خطرات رہ سکتے ہیں ان کی نسبت تشفی دلاؤں چنانچہ امور زیر بحث پر گفتگو کرنے میں آپ کی جماعت کے بنیادی اصول پر میں نے عمل کیا کہ مسلمانوں کے حقوق کا تصفیہ محض ایک اقلیت کی حیثیت سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کو وزن کرنا چاہیے لیکن افسوس کے ساتھ میں اس امر کو ظاہر کرنے میں مجبور ہوں کہ باوجود میری اس آمادگی کے اور جماعت کی جانب سے ایک مشترکہ پلیٹ فارم کے نصب العین کی حیثیت سے بھی ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور میری مسلسل کوشش آپ کے اعتماد کو حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ایسی حالت میں مجھ میں اور آپ میں گفتگو کا سلسلہ کس طرح جاری رہ سکتا ہے اور نفس معاملہ میں کوئی متفقہ نتیجہ پر ہم کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو موجودہ فضا کسی قطعی گفتگو اور مفید نتیجہ کی برآمدگی کے لیے موافق نہیں ہے یا میں اس اہم فرض کی انجام دہی کے ناقابل ہوں۔ بہرحال ہر دو صورتوں میں میں بہتر یہی خیال کرتا ہوں کہ اس معاملہ سے دست بردار ہو جاؤں۔ مجھے اس میری ناکامی کا سخت دلی افسوس ہے لیکن میں مایوس نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے کہ بہتر فضا میں دونوں جماعتوں کے موزوں نمائندوں کی گفتگو زیادہ بارآور ثابت ہوگی۔ مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ اس سلسلۂ گفتگو کے دوران میں آپ کے اور میرے دوستانہ تعلقات مستحکم ہو گئے اور ہماری یہ متحدہ کوشش جس کی بنیاد مفادِ ملک کی توقع اور نیک نیتی ہے کم سے کم آئندہ ضروری اور مفید نتیجہ پیدا کر سکے گی۔

ایم نرسنگ راؤ

نواب صاحب کا مکتوب — ۳۰ اسفندار ۴۸ف م ۲ فروری ۳۹ء

بخدمت مکرمی جناب نرسنگ راؤ صاحب

تسلیم۔ آپ کا خط مورخہ ۲۷ اسفندار ۴۸ف م ۳۰ جنوری ۳۹ء وصول ہوا اور مجھے بے حد ملال و مایوس کیا۔ ملال اس بات کا کہ ہندو مسلم اتحاد کی ایک اور کوشش جس پر ہم دونوں نے بہت کافی وقت صرف کیا ہے بلا وجہ رائیگاں جا رہی ہے اور مایوسی اس بات کی کہ جب ہندو جماعت میں سے آپ جیسا شخص جس کا خلوص اور جس کی آرزوئے مفاہمت بہت نمایاں طور پر ظاہر ہو چکی ہے مسلمانوں کے نقطۂ نظر کو سمجھنے سے قاصر ہے تو آپ کی جماعت کے دیگر ارکان سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ [illegible] صاحب کی علالت کا واقعہ تو بہت حال کا ہے لیکن آپ کی سرد مہری آپ کی وارد حیدرآباد واپسی کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ آپ کے وارد حیدرآباد ہونے سے قبل ہم یہ طے کر چکے تھے کہ ذمہ دارانہ حکومت کی مروجہ اصطلاح ہمارے باہمی سمجھوتہ میں خلل انداز نہ ہوگی۔ آپ کو یہ اندیشہ ضرور تھا کہ آپ کی جماعت کو اس تصفیہ کے قبول کرنے میں تامل ہوگا۔ اسی لئے آپ چاہتے تھے کہ نہ صرف تنہا بلکہ میرے ساتھ وارد حیدرآباد ہوں اور اپنے اس قبول کردہ تصفیہ کو وہاں سے شائع کریں تاکہ آپ کے لیے اندیشے [illegible] ہو جو [illegible] سمجھتے تھے کہ حقیقی ہندو مسلم اتحاد اور دلوں کی صفائی اس کاغذی میثاق سے کہیں زیادہ قیمتی چیز ہے جس میں ریاکاری مصلحت [illegible] وقت کی خاطر ذمہ دارانہ حکومت کے الفاظ بھی درج ہوں۔ آپ اس امر کو تسلیم کرنے میں ہرگز تامل نہ کریں گے کہ ہماری اس رات والی گفتگو کے بعد جس میں [illegible] مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے قلب کے ہر گوشہ کو آپ پر کھول دیا تھا۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم اصطلاح کے تعین میں زیادہ وقت صرف کرنے کے بجائے نفس معاملہ پر غور کرنا شروع کر دیں۔ آپ کے اس

مدبرانہ فیصلہ کی ہیں نے غائبانہ جو داد دی ہے اس کا ذکر اب بے موقع ہوگا لیکن میں اپنے خیالات کو مختصراً یہاں پیش کردوں تو بیجا نہ ہوگا۔ بالخصوص جب کہ آپ نے اس مسئلہ کی حد تک میرے نقطۂ نظر کو یا تو غلط طریقہ پر سمجھا ہے یا مصلحتاً غلط طریقہ پر پیش کیا ہے۔

میں نے آپ پر واضح کردیا تھا کہ مسلمان فطرتاً حریت پسند اور آزادی خواہ واقع ہوا ہے۔ میں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ مسلمانوں کو جو درس سیاست دیا گیا ہے اس میں صرف وزراء ہی نہیں بلکہ بادشاہ بھی صرف مجلس مقننہ کے روبرو ہی نہیں بلکہ اپنی رعایا کے ہر فرد کے پاس جواب دہ اور ذمہ دار ہوتا ہے۔ بلا لحاظ اس کے کہ وہ فرد ایک حبشی غلام ہو یا ایک غریب بڑھیا۔ تاریخ اسلام سے واقعات بطاہر پیش کرکے میں نے تبلایا تھا کہ ذمہ دارانہ حکومت کا تصور چاہے ہندوؤں نے انگریزوں سے لیا ہو نہ لیا ہو۔ لیکن مسلمانوں نے انگریزوں کو یہ تصور دیا ہے پس میرے نزدیک یہ نصب العین کوئی ایسا نہیں جس کے قبول کرنے کے لیے آپ کو اس کی ضرورت لاحق ہو کہ آپ محض اپنی باتوں سے مجھے آمادہ کرنے کی کوشش کریں۔ یہ چیز تو میری فطرت میں ہے لیکن اس مقصود کو عملی صورت اختیار کرنے کے چند شرائط و لوازم ہیں اگر آپ یہ توقع رکھیں کہ ان ضروری شرائط، لوازم کو نظر انداز اور حقائق سے چشم پوشی کرکے میں محض چند سیاسی مصلحتوں کی بناء پر اپنے اس فطری تصور کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کردوں اور اس طرح ملک کے امن و امان کو برباد کردوں تو آپ کی یہ توقع بیجا ہے۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد کی قسمت ایک ایسی اصطلاح ہے بہت زیادہ ہے جو دل خوش ضرور ہے لیکن اپنے عملی مضمرات کے اعتبار سے اپنے اندر مہلک امکانات رکھتی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کے شروط و لوازم کیا ہیں۔ میں نے دوران گفتگو میں صرف دو بنیادی

اصول کے تذکرے پر اکتفا کیا تھا۔ اولاً یہ کہ ملک کے بسنے والوں کے درمیان باہمی اعتماد اور موانست ہو۔ دیگر یہ کہ ملک میں پارٹی بندیاں سیاسی و معاشی پروگرام کی بنیاد پر ہوں نہ کہ مذہب یا فرقہ پرستی کے غیر متعلق اصول پر ۔

آپ مجھ سے زیادہ اس امر سے واقف ہیں کہ ہندو جماعت کے بعض ادارول اور کارکنوں کا عمل مسلم جماعت میں تردد اور بے اعتمادی کے جذبات پیدا کر چکا ہے آپ اس امر سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ اگر کل خدانخواستہ حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت قائم ہو جائے تو ہماری مقننہ میں صرف دو ہی پارٹیاں ہوں گی۔ ایک ہندوؤں کی دوسری مسلمانوں کی۔ حالانکہ سیاسی اور معاشی پروگرام کے اعتبار سے ایک ایسی پارٹی بن سکتی ہے جو ہم خیال ہندوؤں اور مسلمانوں پر مشتمل ہو۔ لیکن یہ عجیب دلچسپ منظر ہے کہ آج ہندو زمیندار اور ہندو کاشتکار، ہندو سرمایہ دار اور ہندو مزدور، سیاسی اور آریہ فرقہ پرست اشتراکی اور برطانوی شہنشاہیت کے پرستار غرض ہندو جماعت کے ہر مکتب خیال کے لوگ مجھے ایک صف میں کھڑے نظر آرہے ہیں اور جو چیز ان سب میں مشترک ہے وہ ان کی فرقہ پرستی اور ان کا مذہبی تعصب ہے یا اگر آپ میری صاف گوئی معاف کریں تو مسلمانوں سے ان کا بیر یا جذبہ مخالفت ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ گفتگوئے مفاہمت کے دوران یا اس سلسلہ میں الزامات لگانا یا ان کی تحقیق کرنا ہمارے مقصد کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اگر آپ محض اپنی تشفی کے لیے مجھ سے خواہش کریں تو میں اپنے عائد کردہ الزامات کو ثابت بھی کر سکتا ہوں۔ مناسب ہوگا کہ آپ ان جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ میرے لیے تصفیہ طلب مسئلہ صرف یہ ہے کہ ان واقعات کے پیش نظر جن سے ملک کا بچہ بچہ واقف ہے کیا مجھے ایک ایسی اصطلاح کو قبول کر لینا چاہیے جو شرمندۂ معنی نہ ہوگی یا اپنے حقیقی جذبات اور مشکلات کو آپ کے سامنے رکھ کر آپ کو ایک ایسے قابل عمل

پروگرام کے قبول کرنے کی دعوت دوں جو ہندو مسلم اتحاد کا سنگ بنیاد بن سکے۔ اور ہماری بے اعتمادیوں کو رفع کر کے ہمیں منزل مقصود تک جلد تر پہنچانے میں مدد دے۔ میں نے سوچا تھا کہ موخرالذکر طریقہ زیادہ مفید، مناسب اور دیانتدارانہ ثابت ہوگا۔ لیکن آپ ابھی بیرونی اور دور از کار تصورات میں تقلیداً الجھے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی اس ذہنی الجھن کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد جیسے مقدس مقصد سے جس کے حصول میں میری جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کی جا رہی ہے دست کش ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کی یہی مصلحت ہے تو میں اس پر اصرار تو نہیں کروں گا لیکن افسوس ضرور کروں گا کہ آپ کی مصلحت کوشیاں ملک کے لیے تباہ کن نتائج پیدا کرنے کا سامان اپنے اندر پنہاں رکھتی ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ نے مسلمانوں کو ہر قسم کے تیقنات اور تحفظات دے کر انھیں خطرات سے محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ اب تک جو امور طے ہوئے ہیں ان میں تو کوئی چیز میری نظر سے نہیں گزری اگر آپ کا اشارہ اس پیش کش کی جانب ہے جس کو میں نے "مجلس تحفظ ثقافت اسلامیہ" کا نام دیا تھا تو آپ کو یاد ہوگا کہ اس پیش کش کو دام ہم رنگ زمین بنانے کی بہترین سعی قرار دیتے ہوئے میں نے صرف یہ کہہ دیا تھا کہ اگر آپ اپنی تجاویز کی تفصیلات مجھے بھجوائیں تو میں غور کروں گا کہ آیا آپ کی پیش کش قابل قبول ہے یا نہیں۔ آپ نے ہنوز کوئی تفصیلات سے مجھے مطلع نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو امور طے ہوئے وہ آپ کے ان مطالبات پر مشتمل ہیں جنھیں ہم نے ضروری ترمیمات کے ساتھ متفقہ طور پر قبول کیا ہے۔ میں یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندو جماعت سے ہماری بے اعتمادی کو آپ اپنی اور اپنے بعض شرکائے کار کی ذات سے بے اعتمادی کے مترادف نہ سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو جماعت سے متعلق میرے دل میں اعتماد کے جذبات پیدا کرنے کی کوششیں جو

آپ نے انتہائی خلوص سے کی رائیگاں گئیں۔ اس بات پر میں اپنی انتہائی حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندو جماعت کے انتہائی فرقہ پرست اور قوم پرستی کے دعویدار دونوں گروہ ذمہ دار حکومت کے مطالبہ میں ایک دوسرے کے شریک نظر آتے ہیں۔ اب آپ کے لیے دو ہی راستے کھلے ہوئے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں سے کوئی سمجھوتہ کیے بغیر اور ان کی مرضی اور مفاد کو ٹھکرا کر بزور تعداد دوپیگنڈا اور غیر آئینی طریقوں سے ملک کی فضا کو بگاڑتے ہوئے ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ اور اس کے حصول کے لیے شورش برپا کریں اگر آپ کو ان کوششوں میں کامیابی نصیب بھی ہو جائے تو کیا آپ اس کو واقعی کامیابی تصور فرمائیں گے۔ اور کیا یہ کامیابی ہمارے باہمی اور دیرینہ اتحاد کی عزیز ترین پونجی کو ہمیشہ کے لیے برباد کرنا پایدار پر قربان کر کے حاصل کی جائے گی، ایسی ہو گی جس پر آپ خود کو قابل مبارک باد سمجھیں۔ مجھے شک ہے کہ آپ کے لیے دوسرا راستہ یہ ہے کہ محض ہندو مسلم اتحاد کو اپنا مقصد اولین قرار دے کر اور اس مقصد کی خاطر ہر اصلاح کو قربان کر کے ایک قابل عمل سمجھوتہ مرتب کریں اور مشترکہ پلیٹ فارم کے قیام اور دستوری ارتقاء میں ہر محب وطن کی مدد کریں اور کوشش کریں کہ ہندو جماعت کا اعتماد مسلم جماعت کے دل میں زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ چند ہی سال میں ترقی کی کوئی منزل ایسی نہ ہو گی جس سے متفقہ اور متحدہ طور پر طے کرنے کے لیے ہم سب خود کو آمادہ نہ پائیں گے۔

اگر آپ باوجود ان تمام امور کے جو مندرجہ بالا سطور میں ظاہر کیے گئے ہیں یہ تصور فرماتے ہیں کہ حیدرآباد کے حالات و روایات کے پیش نظر ذمہ دارانہ حکومت کا نصب العین اقتدار شاہی کو نقصان پہنچائے بغیر اختیار کیا جا سکتا ہے تو میں آپ سے اسکو سمجھنے کے لیے اب بھی تیار ہوں۔ موجودہ حالات میں ہندو مسلم اتحاد کی گفتگو

کو منقطع کرنے کی ذمہ داری بالکلیہ آپ پر ہے اگر آپ آج ہی اس الزام سے بری ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ موقع حاصل ہے کیوں کہ آپ کے صلح شکن ارادوں کی اشاعت ہنوز نہیں ہوئی ہے اگر آپ دوبارہ گفتگو جاری رکھنا چاہیں تو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ آئندہ آپ کی مرضی۔ ان ملاقاتوں میں آپ کے میرے تعلقات یقیناً مستحکم اور خوشگوار رہے لیکن میں آپ کی اس توقع میں شریک نہیں ہوں کہ جو کام آپ نہ کر سکے وہ اور کوئی ہندو لیڈر کر سکے گا۔ اگر انقطاع گفتگو ہی میں ہندو جماعت کا مفاد مضمر ہو تو مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

مسٹر ایم نرسنگ راؤ کا مکتوب

بخدمت مکرمی و معظمی بندہ نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد الطافکم

آداب و تسلیمات۔ آپ کا مکتوب مورخہ ۳۰ اسفندار سنہ الیہ وصول ہوا۔ آپ نے جن الفاظ میں میرے خلوص اور آرزوئے مفاہمت کا تذکرہ فرمایا ہے اس کا میں بے حد ممنون اور علی ہذا آپ کے خلوص اور آرزوئے مفاہمت کا معترف ہوں مگر کسی مفاہمت کے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو شرط لازمی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں جانب سے ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے اور اس کا لحاظ کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

آپ نے اپنے مکتوب میں جس سرد مہری کا الزام مجھ پر عائد فرمایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں آپ نے میرے ساتھ سخت ناانصافی فرمائی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ واردھا سے واپسی کے بعد دو چار روز تک میری طبیعت مضمحل رہی اور آپ نے ۱۶ بہمن کو مجھے اطلاع دی کہ آپ چند روز کے لیے باہر گھوم آنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس ارادے کی تکمیل میں آپ بمبئی، کلکتہ اور پٹنہ تشریف لے گئے اور اپنے سفر سے

واپسی کی اطلاع مجھے ہم راسفندار کو دی اور ہم راسفندار سے ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا لہٰذا ایسی صورت میں مجھ پر سوز مہری یا لیت ولعل کا الزام کس طرح عاید ہوسکتا ہے جسے آپ شبہ کی نظر سے دیکھیں۔ اب جہاں تک کہ ہمارے بحث ومباحث کا تعلق ہے جیسا کہ آپ نے اپنے مکتوب کے نصب العین کے نسبت مسلسل ہم میں بحث ہوتی رہی اور آپ کی تقریروں سے ہمیشہ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اصولاً آپ ذمہ دارانہ حکومت کے ہرگز مخالف نہیں جیسا کہ مکتوب زیر جواب کے بعض حصوں سے آج بھی معلوم ہوتا ہے لیکن جب کبھی عملی طور پر اس نصب العین کو تسلیم کرنے کا سوال پیش ہوا تو آپ نے اپنے مسلمہ اصول کو یہ کہہ کر مسترد فرمایا کہ حیدرآباد کے حالات وروایات اس کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ آپ نے اپنے آج کے مکتوب میں بھی اس کا اعادہ فرمایا ہے اس طرح ذمہ دارانہ حکومت کے اصول کو ایک جانب علمی حیثیت سے قبول کر لینے اور عملی حیثیت سے مسترد کر دینے کی وجہ سے جو صورت حال پیدا ہوگئی تھی اس کے اندر تجویز یہ پیش کی گئی کہ ہم دونوں واردھا چلیں اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مہاتما گاندھی سے ملاقات کریں چنانچہ اس کے قبل ہی آپ مولانا موصوف سے الٰہ آباد میں مل کر آچکے تھے۔ اس تجویز کا منشا صرف اسی قدر تھا کہ تذکرۃ الصدر پیش شدہ صورت حال کے لحاظ سے کوئی تشفی بخش حل معلوم کرسکیں لیکن بالآخر آپ نے چلنے سے انکار کیا اور میں چلا گیا۔

خیر یہ بحث میرے واردھا چلنے سے متعلق ہے چنداں اہمیت نہیں رکھتی اس وجہ سے کہ ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کے تعلق سے ہماری گفتگو اس نوبت تک پہنچ چکی تھی کہ آپ نے ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو یہ کہہ کر مسترد فرمایا تھا کہ حیدرآباد کے حالات وروایات اور مسلمانوں کے موجودہ رجحانات کے مدنظر اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس نوبت پر میں نے ہماری گفتگو کو ختم کرنے کے

بجائے دستوری اصلاحات سے متعلق تفصیلی امور پر بحث کرنا مناسب سمجھا۔ چونکہ مجھے اس کی توقع تھی کہ جن خطرات کے مد نظر اس نصب العین کو تسلیم کر لینے میں آپ کو تامل ہو رہا تھا ان کے نسبت تشفی ہونے کے بعد آپ تسلیم فرمالیں گے اور میں نے یہ خیال کر کے ہی دستوری اصلاحات سے متعلق تفصیلات پر غور کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ مجھے پوری پوری امید تھی کہ مسائل زیر بحث کا پورے طور پر بحث و مباحثہ ہونے کے بعد نصب العین کے اہم مسئلہ پر کوئی نتیجہ خیز گفتگو ہو سکے گی۔ میں نے ممکنہ کوشش کی اور تا ایں دم میری کوشش یہی ہے کہ جن خطرات کے پیش نظر اس نصب العین کو تسلیم کر لینے میں آپ کو تامل ہو رہا ہے ان کے نسبت آپ کو اس کا اطمینان دلاؤں کہ وہ اولاً تو بے بنیاد ہیں اور ثانیاً یہ کہ ان کے تعلق سے ضروری تیقنات اور تحفظات خود دستور اساسی میں رکھے جا سکتے ہیں۔ میری اسی مسلسل کوشش کی وجہ سے جو کہ دلی آرزو ہے مفاہمت پر مبنی ہے سلسلۂ گفتگو نے غیر معمولی طوالت اختیار کیا اور اب میں نے ایک ایسی نوبت پر اپنی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانے کا ارادہ کیا جب کہ مجھے اس امر کا یقین ہو چکا کہ میں آپ کو کسی طرح بھی مطمئن نہیں کرا سکتا۔ ہماری اس متحدہ کوشش کی ناکامی کا جس قدر صدمہ آپ کو ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسی قدر رنج مجھے بھی ہے۔

مجھے اپنی ناکامی کا رنج اس وجہ سے بھی زیادہ ہے کہ ہماری گفتگو ایک ایسی فضا میں شروع ہوئی جب کہ ملک کے اندر اور باہر لوگوں کے دلوں پر عام طور پر تاثرات قائم کرا دیئے گئے تھے کہ حیدرآباد کے مسلمان ذمہ دارانہ حکومت کے اصول کے ہرگز مخالف نہیں ہیں بلکہ وہ ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم کرنے کے لیے برابر تیار رہیں بشرطیکہ چند اہم امور کی نسبت ہندو جماعت مسلم جماعت کو اطمینان اور تشفی دلائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس قسم کے تاثرات خود میرے دل پر

قائم تھے۔ یہ بیان کیا جاتا تھا کہ مندرجہ ذیل امور کے نسبت ہندو جماعت کی جانب سے تشفی بخش جواب مسلمانوں کو دینے کی ضرورت ہے۔

(۱) یہ کہ ہندوستانی کو سرکاری زبان کی موجودہ حیثیت رہے گی اور یہی کالجوں اور مدارس میں ذریعہ تعلیم رہے۔

(۲) یہ کہ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے ہٹایا نہیں جائے گا جو کہ ان کا واحد ذریعہ معاش ہے۔ اور (۳) یہ کہ مسلمانوں کو مقننہ میں نمائندگی دینے میں شمار کرنے کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے بلکہ ان کو وزن کیا جائے۔

نہ صرف اسی قدر بلکہ خود آپ کی اور میری غیر رسمی اور خانگی گفتگو کے سلسلہ میں جو آخری ملاقات ۸ر آبان ۷ھ ۱۳۴ ف م ۱۳ر دسمبر ۳۸ء کو ہوئی اس ملاقات کے دوران ان میں جب میں نے ذمہ دارانہ حکومت کو اپنی گفتگو کی بنیاد قرار دی تو اس روز آپ نے اگر اسے تسلیم بھی نہیں فرمایا تھا تو اس پر اعتراض بھی نہیں فرمایا تھا اگر اس روز آپ نے اعتراض فرمایا تھا تو صرف مقننہ میں مسلم نشستوں کی حد تک۔ جب خط اعتماد کا سوال پیش ہوا اس وقت ایک روز میں نے آپ کے یہاں پہنچ کر یہ خواہش کی میری پیش کردہ تجاویز متعلقہ ہمت کے متعلق آپ اپنی تجاویز دیں۔

آپ نے اپنے مکتوب میں نہایت شد و مد سے اس کا ذکر کیا ہے کہ اگر آپ سے میں یہ توقع رکھوں کہ آپ کی حقائق سے چشم پوشی نے محض چند سیاسی مصلحتوں کی بناء پر ذمہ دارانہ حکومت کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کر لیں تو میری توقع بیجا ہے کیوں کہ "یہ تصورات اپنے عملی مضمرات کے اعتبار سے اپنے اندر بھیانک امکانات رکھتے ہیں" اگر آپ کا یہی قطعی نقطہ ہے تو پھر میرے لیے بجز اس تصفیہ کے جس کی اطلاع میں نے آپ کو دے دی ہے اور چارہ نہیں مجھے سخت افسوس اس کا ہے کہ

آپ یہ خیال رکھتے ہیں کہ جب تک ہندو جماعت اس سیاسی نصب العین کو ترک نہ کر دے اس وقت تک ہندو مسلم اتحاد کے امکانات قوی نہیں ہو سکتے۔ مجھے اس پورا پورا اعتراف ہے کہ ہندو جماعت کے ہر مکتب خیال کے لوگ ذمہ دارانہ حکومت کے مطالبہ میں متحد ہیں اسی وجہ سے مجھ اس مسئلہ پر اس قدر زور دینا پڑ رہا ہے لیکن اس کا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں ہے کہ ہندو زمیندار، ہندو کاشتکار، ہندو سرمایہ دار اور ہندو مزدور اور آریہ، فرقہ پرست اور قوم پرست اور اشتراکی اور برطانوی شہنشاہیت کے پرستار غرض کہ ہندو جماعت کے ہر مکتب خیال کے لوگ ایک صف میں کھڑے نظر آ رہے ہیں اور جو چیز ان سب میں مشترک ہے وہ ان کی فرقہ پرستی اور ان کا مذہبی تعصب اور مسلمانوں سے ان کا بے ریا جذبہ مخالفت ہے اگر ذمہ دارانہ حکومت کے مطالبے میں متحد ہونے کے معنی یہی لیے ہیں جو معنی آپ لے رہے ہیں تو افسوس کہ میرے پاس اس [illegible] ہے۔ در آنحالیکہ آپ کو [illegible] اپنے مطالبے میں [illegible] رہا ہوں اور آپ شرکت کرنے سے انکار [illegible] جماعت کی جانب سے ذمہ دارانہ حکومت کے مطالبہ کو فرقہ پرستی اور مسلمانوں سے بے ریا جذبہ مخالفت پر محمول فرماتے ہیں۔

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ ہندوؤں کی حکومت سے ضرور چند شکایات ہیں [illegible] حکومت کے مقابلہ میں ان کے چند مطالبات ہیں جو حسب ذیل امور پر مشتمل ہیں۔

(۱) یہ کہ ان کی مادری زبانوں کو فروغ اور ان کے کلچر کے تحفظ کا کافی انتظام کیا جائے۔ (۲) یہ کہ تعذیب مذہبی سے متعلق جو قیود ہیں ان کو رفع کر کے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور مذہبی آزادی دی جائے (۳) یہ کہ ملازمتوں میں ان کو بھی کافی حصہ دیا جائے۔

اگر میں آپ سے یہ عرض کروں تو امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے کہ ان

شکایات کی واجبیت کی تحقیق کے لیے بھی آپ کی جماعت تیار نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف ہندوؤں کی ہر جد و جہد کو حکومت کے مقابلہ میں ہم مسلمانوں سے مخالفت اور منافرت کے جذبہ پر محمول کیا جاتا ہے۔ مجھے بہت رنج اس کا ہے کہ اس سلسلہ میں صاف گوئی سے کام لے کر یہ تمام باتیں کہہ دینے پر مجبور ہو رہا ہوں چونکہ مجھے اس وقت ہندو جماعت کے خیالات کی پوری پوری نمائندگی کرنی ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ ایسی گفتگوئے مفاہمت کے دوران میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں الزامات لگانا یا ان کی تحقیق کے جھگڑے میں پڑنا ہمارے لیے تو ضروری ہے اور نہ مفید۔ اس لحاظ سے بھی کہ الزامات اور جوابی الزامات کی فہرست جو دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں پیش کر سکتی ہیں کافی طویل ہیں۔ ان جھگڑوں میں پڑنا بے سود ہے اس وجہ سے میں اپنے اس مسلک پر کاربند رہا کہ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط اور میں نے بھی تحقیق کی تھی کہ آپ بھی اس مسلک پر عمل پیرا ہو کر ایک جدید دور کی بنیاد ڈالنے کا اقدام فرمائیں گے اگر اس قسم کا اقدام کیا جا سکتا ہے تو آپ یہ دیکھتے کہ ملک کے بسنے والوں کے درمیان باہمی اتحاد اور موانست کس قدر مستحکم ہو جاتا ہے اور جدید دور کے لازمی نتیجہ کے طور پر پارٹی بندیاں ہوتیں اور اسی وقت عمل اور رد عمل کا جو مذموم چکر گھوم رہا ہے وہ کس طرح ختم ہو جاتا۔ مجھے توقع تھی کہ آپ اور آپ کی جماعت یقیناً اس جدید دور کے ان مضمرات کا بخوبی اندازہ لگا سکے گی لیکن افسوس کے ساتھ مجھے یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ ماحول سے نکل کر مستقبل پر وسیع نظر ڈالنے تیار نہیں ہیں۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد جس قدر آپ کو پیارا ہے اسی قدر پیارا مجھے بھی ہے۔ چونکہ وہ میرے عقائد میں داخل ہے اور رہے گا اور میرے بہترین دوستوں میں بہت سے مسلمان ہیں اور اس کو میں اپنی خوش قسمتی پر محمول کرتا ہوں۔

. . . .

. . . . (چند سطریں کرم خوردہ ہیں)

نمونہ کا تعفیہ نہ ہوتا لیکن افسوس کہ میں اپنے اس مقصد میں بھی ناکام رہا۔ سوال اس وقت ہرگز یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے تعاون کے بغیر ہندو جماعت اپنے سیاسی منزل مقصود کو پہنچنے کی کوشش بہ زور تعداد کر سکے گی یا نہیں بلکہ ہندو جماعت کے نزدیک جو غور طلب سوال ہے وہ یہ ہے کہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم کے ایک مشترکہ نصب العین کی حیثیت سے بھی مسلمان ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم کرنے تیار نہیں ہیں تو پھر مسلم جماعت کے ان مطلوبہ تیقنات اور تحفظات کی نسبت قربانی اس مقصد کے لیے اور کس حد تک کرنی چاہیے اسی وجہ سے کہ ہماری گفتگو سے مفاہمت کی اصلی غرض و غایت ایک سیاسی مشترکہ پلیٹ فارم کا قیام ہے ورنہ دونوں فرقوں کے سماجی اور دیگر تعلقات روزمرہ زندگی کے ہمیشہ متحد رہے ہیں اور انشاء اللہ متحد رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کے عام اتحاد کا کوئی مسئلہ آپ کے اور میرے درمیان کبھی نہ تو بحث طلب رہا اور نہ کوئی امر تنقیح طلب ہے۔

اب رہا یہ بحث کہ ذمہ دارانہ حکومت کا نصب العین حیدرآباد کے حالات اور روایات کے پیش نظر اقتدار شاہی کو نقصان پہنچائے بغیر اختیار کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں میں مختصراً اس قدر عرض کر سکتا ہوں کہ یہ بحث غیر متعلق ہے یہ بحث اس صورت میں درست بھی ہو سکتی تھی جب کہ ہمارے یہاں . . . مطابق سالار جنگ اول

. . . کونسٹی ٹیوشنل مانارکی میں مبدل . . . یہ ایک

تاریخی واقعہ ہے لہذا ایسی صورت میں اس قسم کا قیاس کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ذمہ دارانہ حکومت کا تصور اقتدار شاہی کے تصور کے خلاف پڑتا ہے۔ اگر اقتدار شاہی کے معنی یہ ہیں تو یہ دونوں تصورات ہرگز متضاد نہیں ہیں بلکہ گزشتہ نصف صدی

اندرونی سیاسی اور دستوری تغیرات حکومت کی ہیئت ترکیبی میں ہوئے ہیں ان
کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ریاست میں بتدریج ذمہ دارانہ حکومت قائم ہو جو اس زمانے
کا اقتضا وہی ہے اور اسی صورت میں ریاست کے اندرونی مسائل میں انتشار اعلیٰ
کے آئے دن کی مداخلت رک سکے گی اور اسی پر ہم دونوں بھی متفق ہوئے کہ
کا اطلاق صرف انھیں امور کی حد تک ہو سکتا ہے۔

... صاحب اور باقاعدہ طور پر بذریعہ معاہدات حکومت سپرد کیے گئے
ہیں اور آپ کو اس امر کا یقین دلایا گیا ہے کہ یہ حیدرآباد کے ہندوؤں اور مسلمانوں
کا مشترکہ مطالبہ رہے گا علاوہ ان مباحث کے ہم کو حقائق سے چشم پوشی کرنے کی
ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت ہمارے یہاں کونسل کی حکومت
ہے۔ ان تمام حالات کی موجودگی میں ـــــــ مجھے تعجب اس امر کا ہے کہ آپ ذمہ دارانہ
حکومت کے نصب العین کو بھی تسلیم نہ کر کے اس گفتگوئے مفاہمت کو جس کو اب آپ
نے
بالکلیہ آپ مجھ پر
ہوں کہ میں ایک معقول یا قرین ہوں اور آپ سے بھی اس
کی توقع رکھتا ہوں، اور میری یہ خواہش ہے کہ بالکل عملی سیاسین کی حیثیت سے
گفتگو کریں اگر یہ ممکن ہو تو میں اب بھی گفتگو جاری رکھنے کے لیے آمادہ ہوں ورنہ
آپ کے اس ادعا کو روایات مملکت ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم
کر لینے کے ہیں میرے تسلیم کر لینے کے معنی عملاً یہ ہی ہوں گے کہ حیدرآباد سے
بھی یہ سوال بالکل غیر متعلق ہے اور کبھی پیش نہیں ہو سکتا خواہ علمی حیثیت سے کتنا
ہی آپ کا مسلمہ ہو یہ ایسے حالات ہیں کہ میرا دماغ کچھ کام نہیں دے رہا ہے میں دیکھ رہا
ہوں اور نیز میری صحت بھی اجازت دے چکی ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس ذمہ داری
سے سبکدوش ہو جاؤں اور مجھے یقین کامل ہے کہ بہتر فضا میں دونوں جماعتوں کے

موزوں ترین نمائندے اس مسئلہ کو بہتر طریقہ پر حل کر سکیں گے اس سے ہم کو مایوسی ہونے کی قطعاً کوئی وجہ نہیں ہے زیادہ کرم باد۔ آپ کا مخلص

ایم نرسنگ راؤ

۲۱ اردی بہشت ۴۸ف م ۵ اپریل ۳۹ء شنبہ

نواب صاحب کا مکتوب ۸ فروردی ۴۸ ف م ۱۰ فروری ۳۹ء

مکرمی جناب ایم نرسنگ راؤ صاحب

تسلیم! آپ کا خط مورخہ یکم فروردی ۴۸ ف م ۳ فروری ۳۹ء مجھے اپنے سفر سے واپسی کے بعد کل ملا آپ کے طویل خط کے جواب میں چند مختصر امور کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ کو اس سے اختلاف نہ ہوگا کہ نوعیت حکومت ہی سب کچھ یعنی مقصود بالذات نہیں ہے۔ ہر نوع حکومت کا مقصود غائی اچھی حکومت ہے لیکن ضرورت یہ ہے کہ باہمی اعتماد پیدا کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر کوئی نوع حکومت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہر دو جماعتیں کسی نوع حکومت کو ذہنی نصب العین کی حیثیت سے قائم رکھ سکتی ہیں۔ میرا اصرار صرف اس بات پر ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کا نصب العین ملک کے موجودہ حالات میں ایک قابل عمل سیاسی پروگرام کا جز اور ایک سیاسی دستاویز کا فقرہ نہ بنایا جائے۔ آپ نے اپنے مکتوب زیر جواب میں دوبارہ ارشاد فرمایا ہے کہ آپ مسلمانوں کو ہر قسم کے تحفظات و تیقنات دینے آمادہ ہیں۔ کیا میں حسب ذیل استفسارات کے صاف اور صریح جوابات کا متوقع رہوں۔

۱۔ کیا آپ اس کے لیے راضی ہیں کہ وہ جملہ ملازمتیں جن کی ابتدائی تنخواہ تین سو یا اس سے کم ہو (۵۰) فیصدی کی حد تک مسلمانوں کے لیے محفوظ کر دی جائیں کیونکہ ملازمت کا سوال مسلم جماعت کے لیے ایک اہم معاشی سوال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے

چھوٹی جاندادوں میں جنہیں ذریعہ معاش کہا جا سکتا ہے کہ تحفظ کا مطالبہ کیا ہے نہ کہ آلہ اقتدار میں۔ آپ نے اپنی ابتدائی گفتگو میں یہی اصول اپنی جماعت کی جانب سے پیش بھی کیا تھا اور تین سو سے زائد ماہوار والی ملازمتوں میں کیا آپ اس کے قبول کرنے پر آمادہ ہیں کہ بلالحاظ مذہب و ملت اہلیت و قابلیت کو معیار قرار دیا جائے۔

۲۔ کیا آپ اس کے لیے راضی ہیں کہ مجلس یا مجالس مقننہ میں ہندو مسلم ارکان کی تعداد مساوی ہو۔ گو ہماری گفتگو میں آپ نے اس پر رضامندی ظاہر کردی تھی لیکن آپ کے حالیہ مکتوب میں یہ چیز صاف طور پر ظاہر نہیں ہو رہی ہے۔ آپ نے چند ایسے فقرات استعمال فرمائے ہیں جن میں تعبیر و تاویل کی گنجائش باقی ہے۔

۳۔ گو میں نے اپنے اقرار کردہ اصول کو توڑ کر محض مفاہمت کی خاطر عام حلقہ ہائے انتخاب میں بعض شرائط کے تحت مخلوط انتخاب پر رضامندی ظاہر کردی ہے لیکن آپ نے ہنوز میری اس تجویز کو قبول نہیں فرمایا ہے جس میں یہ درج تھا کہ مسلم نمائندوں کی مقررہ تعداد کی تکمیل کے لیے ایک ایسا حلقہ خاص مقرر کرنا ضروری ہوگا جس کے توسط سے مسلم، پارسی، اور عیسائی ارکان کا انتخاب ممکن ہو۔ کیا براہ کرم اس مسئلہ میں آپ اپنی قطعی قبولیت سے مجھے مطلع فرمائیں گے۔

۴۔ زبان کا مسئلہ طے ہو چکا ہے اس کی نسبت مجھے کچھ کہنا نہیں ہے کیونکہ ان دو مسودوں پر دستخط بھی ہو چکے ہیں۔

۵۔ دستوری اساسی میں ثقافت اسلامیہ اور حقوق اقلیت کے متعلق کس قسم کا تحفظ آپ رکھنا چاہتے ہیں۔ براہ کرم اس کا مسودہ روانہ فرمائیے۔

استفسارات بالا کے غیر مبہم اور قطعی جواب وصول ہونے کے بعد ایک اور خط میں آپ کو لکھوں گا جو تصفیہ کن ہوگا اور شاید ہماری مزید گفتگو کا پیش خیمہ بن سکے۔ میں نے شاید کا لفظ عمداً استعمال کیا ہے تاکہ آپ کو مجھ سے وہ شکایت پیدا نہ ہو

جو آپ کو ہمارے بعض ان مسلم دوستوں سے پیدا ہوئی جن سے آپ کو آپ کے بیان کے مطابق توقع دلائی گئی تھی کہ اگر آپ بعض شرائط اور تحفظات کو قبول کر لیں تو مسلم جماعت آج ہی ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو اپنے سیاسی پروگرام کا جزو بنائے گی۔

میں اس خط میں ان بہت سارے امور پر بحث کرنے سے احتراز کر رہا ہوں جو نزاعی ہو گئے ہیں اور بعض واقعات کی نسبت بھی جن کا ذکر آپ کے خط میں ہے فی الحال کچھ نہیں لکھ رہا ہوں۔ اگر ضرورت ہو تو ان مسائل پر بعد میں تفصیل سے لکھوں گا اور یقین ہے کہ اس وضاحت کے بعد آپ بھی ان کی صحت کو تسلیم فرما لیں گے۔ امید کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

مسٹر ایم نرسنگ راؤ کا مکتوب ۱۵ فروردی ۴۸ ف م ۱۷ فروری ۳۹ء

بخدمت مکرمی و معظمی بندہ نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد الطافکم

آداب و تسلیمات۔ مزاج شریف۔ آپ کا مکتوب مورخہ ۸ فروردی ۴۸ ف م ۱۰ فروری ۳۹ء وصول ہوا۔ معاف فرمائیے کہ آپ کے خط کے جواب کی ادائیگی میں کچھ تعویق واقع ہوئی۔ جہاں تک کہ نوع حکومت کا سوال ہے میں اپنے اس خط کے سلسلہ میں زیادہ بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں پاتا چونکہ میں نے اپنے سابقہ ملاقاتوں اور نیز خطوں کے میں نہایت غیر مبہم الفاظ میں اپنی پوزیشن صاف کر دی ہے اور سیاسیات کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ "اچھی حکومت" کبھی "حکومت خود مختاری" یا "سلف گورنمنٹ" کی جگہ نہیں لے سکتی۔ ممکن ہے کہ ایک مطلق العنان حکومت کے اندر بھی عوام خوشحال رہیں اور اس معنی میں ممکن ہے کہ وہ اچھی حکومت کہی جائے لیکن وہ مقصود

خالی قرار نہیں دی جاسکتی چونکہ ایک ایسی نوع حکومت کے اندر پبلک میں خود اعتمادی اور اپنی مدد آپ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا نصب العین کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور یہی وجہ ہے کہ نصب العین کے مسئلہ پر میں نے اس قدر اصرار کیا ورنہ اور کوئی وجہ نہیں ہے اور طرز حکومت میں تبدیلی کی جو خواہش کی جا رہی ہے اس کی وجہ آپ ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں کہ مجھے یا میری جماعت کا ان حضرات سے جو اس وقت حکومت کا کل چلا رہے ہیں کوئی شخصی شکایت یا مخاصمت ہے بلکہ ساری شکایت موجودہ طرز حکومت کی نسبت ہے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ لوگوں سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی مگر جہاں لوگوں اور نظم و نسق حکومت چلانے والوں میں باہم تصادم واقع ہو تو وہاں لازماً یہ قیاس قائم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ نظم و نسق یا دستوری حکومت میں کوئی نقص ہے جس کی اصلاح لازمی ہے اور یہ اصلاح اشخاص کے بدلنے سے تو ہرگز ممکن نہیں ہے اور یہ بھی ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت حکومت کا کل چلانے والے حضرات شخصی حیثیت سے کوئی بُرے نہیں بلکہ ان میں بہت سی نیک ہستیاں ہیں مگر ان نیک ہستیوں کے نیک ارادوں کے باوجود حالات کی اصلاح نہیں ہو رہی ہے اور عام بے چینی میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ آخر اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہونی چاہیے اور وہ وجہ یہی قرار دی جا سکتی ہے کہ موجودہ طرز حکومت میں کوئی بنیادی نقص ہے جس کی اصلاح لازمی ہے اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ عاملہ مقننہ کے پاس جواب دہ رہے جو اس زمانے کا اقتضا بھی ہے اور جیسا کہ آپ واقف ہیں اس کو بھی اس وقت صرف بطور نصب العین آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ البتہ اس وقت جو اصلاحات نافذ ہوں وہ بہ لحاظ اپنی نوعیت کے ایسے ہوں کہ اس نصب العین کے راستہ پر لگانے والے ہوں اور سیول لبرٹی یا مدنی آزادی جو تقریر، تحریر اور اجتماع مجالس کی آزادی وغیرہ

جیسے بنیادی حقوق سے متعلق ہے ان فوری اصلاحات کی ایک لازمی شرط رہیگی۔
آپ کے جو امور متفسرہ ہیں ان پر میں نے کافی غور کیا۔ اولاً تو ان کے نسبت کو قطعی جواب دینا میرے لیے اب اس وجہ سے محال ہے کہ آپ نے نصب العین کی نسبت تشفی بخش جواب نہیں دیا اور ثانیاً یہ کہ بعض امور میں آپ نے ابھی میلوں کے اپنی فرق کو قائم رکھا ہے جو کہ آغاز گفتگو کے وقت آپ نے اپنے بیان کے مطابق رکھا تھا اور اسی لحاظ سے اب میرا جواب اثبات میں مانگ رہے ہیں جس کی مجھ سے آپ بمشکل توقع رکھ سکتے ہیں لہذا میں اپنی جانب سے کوئی قطعی جواب آپ کو دے کر ذمہ داری اپنے پر لینے تاکہ جن لوگوں کو مجھے خط اعتماد دینا ہے وہ ان پر غور کر سکیں۔ جب آپ نے میرے حسب خواہش اپنی تجاویز نوٹ کراتے ہوئے نصب العین کی نسبت یہ نوٹ کرایا کہ "ریسپانسیو گورنمنٹ نہ کہ ریسپانسبل" تو میرے ایک سوال کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آپ کی تجاویز اور میری تجاویز دونوں میں باہم میلوں کا تفاوت رکھ رہا ہوں گو در حقیقت چند فرلانگس کا فرق ہے اس کے باوجود میں نے احتیاطاً ۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو محمد صدیق صاحب سے ملاقات کی اور ان سے ریسپانسیو گورنمنٹ نہ کہ ریسپانسبل گورنمنٹ" والے واقعہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ گزشتہ جمعہ کو آپ کی اور نواب بہادر یار جنگ بہادر کی جو ملاقات ہوئی اور جو تبادلہ خیالات ہوا اس کو آپ قطعاً غیر رسمی ہی سمجھیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ کی یکسوئی ہو جائے میں نے مختلف احباب سے اس کے متعلق گفتگو کی ہے تاکہ صحیح صورت حال معلوم کروں اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ سے خط اعتماد حاصل کرنے کے بعد جو گفتگو ہوگی وہی گفتگو پوری اہمیت کی حامل ہوگی۔
جب مجھے ہر طرح سے یقین ہوا کہ بلکہ یقین دلایا گیا کہ مسلمان بھی ذمہ دارانہ حکومت

کے اس طرح حامی ہیں جس طرح آپ متردد ہیں۔ البتہ وہ چند امور کی نسبت یقینات چاہتے ہیں تو میں نے خط اعتماد حاصل کرنے کے لیے رواداری کی ورنہ مجھے اس وقت رواداریاں کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی اس نصب العین مسئلہ پر آپ کے رضامند ہو جانے کی پوری توقع مجھے اس واقعہ سے بھی ہو چکی تھی کہ آپ کی جماعت کے ایک ذمہ دار رکن نے نہ صرف ہمارے یہاں ایک نامی و گرامی امیر کی ڈیوڑھی میں ایک عصرانہ کے موقع پر جب کہ باہر کے بعض صوبہ جات کے چند مشہور و معروف حضرات مدعو تھے بلکہ ہمارے یہاں کے ایک بڑے مقام پر بھی میرے بالمواجہ اس خیال کا اظہار فرمایا تھا کہ متذکرہ صدر امور کے نسبت یقین دلایا جائے تو مسلمان ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم کر لیں گے۔ اس میں کوئی پس و پیش نہیں ہوگا۔ موخر الذکر واقعہ ۲۵ر آذر کا ہے جس روز کہ مجھے خط اعتماد میری جماعت کی جانب سے ملا تھا۔ غرض ان امید افزا حالات میں مجھے مایوس ہونے کی کوئی وجہ قطعاً بظاہر موجود نہ تھی خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ بطور واقعہ کے آپ کی جماعت کے اکثر زعماء نے اس سے قبل اس نصب العین سے کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔

اس فضا اور ماحول میں جب کہ ہماری گفتگو شروع ہوئی تو قدرتاً میرا بھی یہی خیال ہوا کہ آپ کو ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم کر لینے میں اس وقت تک تامل رہے گا جب کہ دیگر مسائل کی نسبت آپ کو تشفی نہ ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ آپ نصب العین کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود میں نے آپ سے سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھا گو عام طور پر پبلک اور خود میری جماعت اور نیز آپ کی جماعت کے اکثر و بیشتر اراکین اس طوالت سے بیزار ہو چکے تھے۔ عام طور پر مسلم جماعت کی جانب سے پیش کردہ تنقیح طلب امور کے منجملہ سرکاری ملازمتوں کے مسئلہ کے سوا بقیہ تمام امور پر ہماری گفتگو ہوئی اور زبان کے مسئلہ کی حد تک ہم ایک نتیجہ پر پہنچے اور مقننہ میں مسلم نمائندگی کے مسئلہ کے

نسبت میں نے آپ کی جماعت کے مبینہ اس اصول کو کہ شمار کرنے کا طریقہ ترک کر کے وزن کرنا چاہیے تسلیم کر لیا اور عملاً میں نے اس پر رضامندی ظاہر کی کہ مقننہ کی تشکیل اس طرح ہو کہ کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقہ کے جائز حقوق پر دست درازی نہ کر سکے۔ ان امور پر گفتگو ایک حد تک قابل اطمینان نوبت پر پہنچنے کے بعد میں نے نصب العین کے مسئلہ کو پھر پیش کیا۔ اس کے بعد بھی اگر اس کو تسلیم کر لینے میں آپ اپنے کو قاصر پاتے ہیں تو میرے لیے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کا ارادہ کر لینے کے سوا اور کیا چارہ تھا۔ اس گفتگو کے دوران میں میں نے نہ صرف اپنی آرزوئے مفاہمت کا اظہار اپنے طریقۂ عمل سے کیا بلکہ اپنی جماعت کا آمادگیٔ مفاہمت کا اعلان عملاً ٹھوس امور کے تسلیم کر لینے ہی کر دیا جن کا تذکرہ اوپر آ چکا ہے۔ میں نے ایک ہم رنگ زمین دام کو بطور پیشکش آپ کی خدمت میں پیش نہیں کیا تھا بلکہ خلوص کے ساتھ علاوہ ان ٹھوس تحفظات کے جو دستور اساسی میں رکھے جانے سے متعلق تھیں مزید تجویز "مجلس تحفظات ثقافت اسلامیہ" اور مجلس تحفظ اقلیت کے قیام کی پیشکش کی تھی میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا خلوص ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں آپ کے روبرو دام کو ہم رنگ زمین بنا کر پیش کروں اس کی توقع کروں کہ آپ اسے قبول کر لیں گے۔

اس بارے میں مجھے آپ سے اتنی شکایت نہیں ہے جتنی کہ مجھے اپنے ان دوستوں سے ہے جن کے اس امر کے یقین دلانے پر کہ سب ٹھیک ہو جائے گا صرف گفت و شنید کر کے مسلمانوں کے چند تر ذات کو رفع کر دینے کی ضرورت ہے میں اس معاملہ میں پڑ گیا ورنہ میں تو ہندو مسلم اتحاد کے نام پر ان جھگڑوں سے کوسوں دور بھاگتا تھا مگر جب میں آج یہ دیکھتا ہوں کہ میرے ذہی دوست مجھے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کی خاطر نصب العین کے خیالی الفاظ کو چھوڑ دو چونکہ مسلم کمیونٹی اس وقت اس نصب العین کو تسلیم کرنے کے موڈ میں نہیں ہے تو مجھے سخت مایوسی ہوتی ہے۔ ٹھوس باتوں کو

چھوڑکر آج موڈ کا سوال پیش کیا جاتا ہے اور ہندوؤں کے موڈ کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ہم موڈ کی باتوں کو چھوڑ دے کر عملی سیاسین کی حیثیت سے کوئی نتیجہ خیز گفتگو کریں۔

۳۰/اردی بہشت ۱۳۴۸ف م ۴/اپریل ۱۹۳۹ء

نواب صاحب کا مکتوب

مورخہ ۱۵/اردی بہشت ۱۳۴۸ف م ۲۰/مارچ ۱۹۳۹ء

آپ کے خط ۱۵/فروردی کے جواب میں مجھ سے جو تاخیر ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس دوران غور اور مشورہ کر رہا تھا کہ آخر ہماری گفتگو کو کامیاب بنانے کی کیا صورت نکالی جا سکتی ہے۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میری جماعت نہ ثالثی کی تجویز کو قبول کر سکتی ہے اور نہ اس امر کا اعلان کرنے پر رضامند ہے کہ حیدرآباد کی دستوری ترقی کا نصب العین ذمہ دارانہ حکومت کا قیام ہو ثالثی کی تجویز اس وجہ سے قبول نہیں کی جا سکتی کہ ثالثی کا فیصلہ چاہے وہ آپ کے موافق ہو یا میرے وہ مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا جو طرفین کی باہمی رضامندی سے ایک متفقہ سمجھوتہ کو حاصل ہو سکتی ہے ثانیاً یہ کہ جو باہمی ثالث ہوگا وہ نظری اعتبار سے فیصلہ صادر کرے گا۔ میں حیدرآباد کے موجودہ حالات میں جب کہ ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ اس لیے نہیں کیا جا رہا ہے کہ وہ ایک اچھی حکومت کا ذریعہ بن سکتی ہے بلکہ محض اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس طریقۂ حکمرانی کی بدولت ہندو حضرات بعض ہندو ہونے کی وجہ سے برسر اقتدار آ سکیں گے اور ایک فرقہ واری حکومت قائم کر سکیں گے۔ حیدرآباد کے مسلمان ذمہ دارانہ حکومت کے تخلیق کو اپنے عملی سیاسیات کے پروگرام میں جگہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ثالث کو اولاً اس امر کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہندو جماعت کی جانب سے

ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ بالاصرار کیوں کیا جارہا ہے۔ کیا یہ مطالبہ اس عقیدت کا نتیجہ ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت ہی بہترین طرز حکومت ہو سکتی ہے۔ یا ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کے لیے ذمہ دارانہ حکومت کی اصطلاح ایک خوش نما نقاب کا کام دے رہی ہے ان تیقنات کے متعلق رائے قائم کرنے کے لیے ثالث کو یہ ضروری ہوگا۔ وہ گزشتہ بیس سال کے عرصہ میں ہندو جماعت کے سیاسی و فرقہ وارانہ مشاغل کا گہرا مطالعہ کرے اضلاع کا دورہ کرکے ہندو کارکنوں کی ذہنیت اور ان کے عزائم کا پتہ لگائے اور اس سارے لٹریچر کو پڑھے جو تلنگی، مرہٹی، کنڑی، ہندی اور انگریزی میں حیدرآباد سے متعلق آئے دن شائع ہوتا رہتا ہے تب کہیں کوئی ثالث یہ سمجھ سکے گا کہ میرا اقدام دیانت داری اور نیک نیتی پر مبنی ہے نیز یہ فیصلہ کرسکے گا کہ موجودہ فضا میں ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ مسلمانوں کو بے دست و پا اور محکوم کرنے کی ایک بظاہر معصوم کوشش ہے۔

میں آپ سے کہہ چکا ہوں اور دوبارہ کہتا ہوں کہ اسلام نے مجھے جو درس سیاست دیا ہے اس کے مدنظر میں صرف وزراء کو بادشاہ کو نہ صرف رعایا کے منتخب نمائندوں کے روبرو بلکہ ہر فرد رعایا کے نزدیک ذمہ دار سمجھتا ہوں۔ سوال یہ نہیں ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت بجائے خود اچھی چیز ہے یا بری بلکہ سوال یہ ہے کہ آپ کی جماعت ذمہ دارانہ حکومت کا استعمال کس طریقے سے کرے گی۔ آیا ان اختیارات کو ملک کے سیاسی وقار، معاشی ترقی، سماجی اصلاح اور رعایا کی بہبودی کی خاطر استعمال کیا جائے گا یا مسلمانوں کی تخریب کے لیے۔

کیا آپ کی رائے میں مولانا ابوالکلام آزاد یا مہاتما گاندھی ان سوالات کا جواب دینے کے اہل ہیں۔ آپ کے قلبی کیفیات اور عزائم کا پتہ تو آپ کے اعمال سے چل سکتا ہے نہ کہ ان اصطلاحات سے جن کا آپ بہ بانگ دہل اعلان فرمایا کرتے ہیں۔ اگر مولانا یا گاندھی جی آپ کی اصطلاحات کے فریب میں آجائیں تو میری نظر میں وہ قابل معافی ہیں مگر ان کی ثالثی میرے لیے ناقابل قبول ہے۔

آپ میری صاف گوئی کو معاف کریں لیکن میں عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ آپ کی جماعت سمجھوتہ سے ہمیشہ گریز کرتی رہی جیسا کہ اس مراسلت سے ثابت ہے جو خط اعتماد کے سلسلہ میں ہم دونوں کے درمیان ہوئی اور اس کی وجہ صاف ہے۔ سمجھوتہ میں ہوتا یہ ہے کہ آپ کی ہر معقول بات کو مسلمان قبول کر لیتے ہیں۔ اور آپ کے بے جا شکایات کو یا ایسے مطالبات کو جو نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوتے معقولیت کے ساتھ رد کر دیتے ہیں۔ لیکن سمجھوتہ کے بعد چونکہ شورش یا ہنگامہ آرائیوں کے لیے کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی اس لیے آپ لوگ یہ محسوس کرتے ہیں اور بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی قیادت کی قوم کو ضرورت باقی نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چند سال کے تجربے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کی اصلی غرض یعنی مسلمانوں کو بے اقتدار کر دینا چونکہ سمجھوتہ سے حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے آپ کبھی صلح پر آمادہ نہ ہوں گے۔

اس گفتگوئے مفاہمت میں جو چیز میرے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ اور روحانی صدمہ کا باعث ہوئی۔ وہ میرے لیے اس اعتماد کی شکست ہے جو میں نے آپ کی نسبت اپنے دل میں قائم کر لیا تھا۔ مجھے ہرگز توقع نہ تھی کہ جن نرسنگ راؤ جی کی صاف گوئی اور خلوص سے متاثر ہو کر میں نے گفتگوئے مفاہمت کو جاری رکھنے کا ارادہ کیا تھا اور جنہوں نے (میں اب بھی کہتا ہوں اور پورے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ) میری تفصیلی بحث کو سن کر صاف اور غیر مبہم الفاظ میں تسلیم کر لیا تھا کہ ذمہ دارانہ حکومت کی اصطلاح ترک کر دی جائے اور جو واردھا صرف اس لیے جانا چاہتے تھے کہ اپنے اس فیصلہ کا وہاں سے اعلان کریں تاکہ ان کی جماعت کو اس کے تسلیم کرنے میں مدد ملے وہ آج اس دیدہ دلیری سے ان تمام حقیقتوں کا انکار کر دیں گے اور محض اس لیے انکار کر دیں گے کہ فریق کا دائمی پھر کسی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے تھے۔ اس موقع پر ایک تاریخی صلح نامہ یاد آتا ہے جو سنہ ۶ ہجری میں حدیبیہ کے میدان میں لکھا جا رہا تھا۔ سفرائے قریش سے طے ہو گیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا

کوئی آدمی ان کے پاس چلا جائے تو مسلمانوں کو اسکے واپس حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا۔ عین اس وقت جب کہ صلحنامہ لکھا جا رہا تھا ایک صاحب ابو جندل اپنے ہتکڑی پڑے ہاتھوں میں اپنی بیڑیاں سنبھالے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زخم دکھا کر کہا کہ میں اس تکلیف میں ہوں مجھے نجات دیجیے۔ جب آپ نے ان کا مطالبہ کیا تو سفراء نے کہا کہ ہمارے درمیان یہ طے ہو گیا ہے کہ اگر آپ کا کوئی شخص ہمارے یہاں آ جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا اس لیے ہم واپس نہیں دے سکتے۔ اس پر بعض صحابہ نے اعتراض کیا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے ہیں لیکن دنیا کو عہد کی عظمت کا درس دینے والے نے کہا تھا کہ نہیں معاہدہ تحریر بصرف ایک یادداشت ہے ہم آپس میں چونکہ طے کر چکے ہیں اس لیے ابو جندل کو صبر کرنا چاہیے

بہرحال یہ واقعہ میرے لیے ایک سبق ہے جو آئندہ زندگی کی منزل میں مشعل راہ کا کام دے گا۔ اور اس قوم کے حقیقی جذبات کی مجھ سے ترجمانی کرتا رہے گا جس کے نمائندے مجھ سے مشترکہ پلیٹ فارم کے لیے مل رہے ہیں۔ آپ نے اپنے گزشتہ خطوط میں اس امر کا بار بار اعادہ کیا تھا کہ آپ نے مسلمانوں کو ان کے مطلوبہ تحفظات اور تیقنات دے دیے ہیں مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کے حالیہ خط سے آپ کے اس دعوے کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔

مفاہمت کی توقع میں میں آج تک خاموش تھا لیکن اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کی کھلی اور پُر زور مخالفت کیا کروں گا۔ آپ کا ستیہ گرہ اور آپ کی ساری شورش مسلمانوں کی موجودہ پوزیشن پر ایک منظم حملہ ہے اب اس حملہ کا مقابلہ کرنا اور مسلمانوں کو آپ کی زد سے بچانا میری آئندہ کوشش مدافعانہ ہوگی۔ میں ہندو جماعت کا دشمن یا مخالف نہیں ہوں میری یہ بھی کوشش رہے گی کہ میرے ہندو ہم وطنوں کی ہر جائز شکایت رفع ہو جائے اور ہم دونوں ایک ملک کے دو باشندوں کی حیثیت سے نظم و نسق حکومت میں حسب روایات قدیم

حصہ لیں لیکن اس نظریہ کو میں کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ حیدرآباد کی ۸۵ فیصد کے اغراض و مقاصد ۸۵ (۱۵) فیصد آبادی کی فرقہ واری یا لسانی اصول پر تقسیم کرنے کو گوارا کریں۔ لیکن آپ کی جماعت نے جن سیاسی اور معاشی رقابتوں کو اس پُر امن ملک کی سیاست میں داخل کر دیا ہے وہ نہایت افسوسناک اور قابل ملامت ہیں۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہندو پبلک کے کارکنوں کے قلوب کو حسد، بغض اور فساد سے پاک کرے اور انھیں سچ بولنے کی توفیق دے۔

چونکہ یہ گفتگو اب ختم ہو گئی ہے اس لیے اس کی ضرورت ہے کہ آپ اور میں ایک متفقہ بیان جاری کر کے عوام کو مطلع کر دیں۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

مسٹر نرسنگ راؤ کا مکتوب ۲۱ ارذی بہشت ۱۳۴۸ف م ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء

بخدمت مکرمی نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد الطافکم

تسلیمات۔ مزاج شریف۔ آپ کا مکتوب مورخہ ۱۵ ارذی بہشت ۱۳۴۸ف م ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء وصول ہوا۔ آپ کے اس مکتوب کو اگر میں کرم نامہ کے بجائے مبارزت نامہ کہوں تو شاید مجھے امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ اگر آپ نے حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت کی تحریک کی کھلی اور پُرزور مخالفت کرنے کا تہیہ فرما لیا ہے تو آپ کی مرضی میں کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن میں اس موقع پر جب کہ ہماری پوری کوشش اس طرح رائیگاں ہو رہی ہے میں اپنی جماعت کی جانب سے اس امر کا اعلان کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں ہے کہ "یہ موجودہ ستیہ گرہ اور یہ شورش مسلمانوں کے موجودہ پوزیشن پر منظم حملہ ہے"۔ چونکہ مسلمان بھی ہندوؤں کے مثل حکومت سرکار عالی کی رعایا اور دونوں غیر ذمہ دارانہ طرز حکومت کے تحت مساوی

مساوی طور پر مصیبتوں میں مبتلا اور ایک غیر ملکی تسلط کے محکوم ہیں۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ یہ نظریہ کس طرح رہ سکتا ہے کہ حیدرآباد کی (۸۵) فیصد اغراض و مقاصد پندرہ فیصد آبادی کے اغراض و مقاصد سے مختلف یا متصادم ہیں بلکہ اس کے برخلاف مسلمہ طور پر میری جماعت کا نظریہ ہے کہ ریاست کے سو فیصد کے اغراض و مقاصد متحد ہیں البتہ میری جماعت اس نظریہ کو تسلیم کرنے تیار نہیں ہے کہ ۸۵ فیصد کے اغراض و مقاصد ۱۵ فیصد آبادی کے اغراض و مقاصد کے تابع ہیں۔ اگر آپ کا نظریہ یہ نہ رہتا تو آپ حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کی کھلی اور پرزور مخالفت کرنے کا تہیہ ہرگز نہ فرماتے۔ یہ واقعی اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ بعض خود غرض لوگوں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لیے ہندوؤں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی یہ ساری کارروائی جاری کر رکھی ہے۔ ساری کوشش یہ ہے کہ ایک نیک تحریک سے جو مطلق العنانی کے بجائے حکومت کا بیشتر حصہ عوام کے ہاتھوں میں منتقل ہو جانے کے مقصد سے متعلق ہے مسلمانوں کو بدظن کرایا جائے تاکہ مطلق العنانی اور غیر ملکی تسلط علی حالہٖ قائم رہے۔ ان حالات میں کیا ہی بہتر ہوتا اگر صرف (۱۵) لاکھ باشندگان ریاست کی بہبودگی کرنے کی فکر فرماتے اور اپنے ملک اور اپنے مالک کے بہترین مفاد میں حکام کی مطلق العنانی سے (۱۰۰) فیصدی آبادی کو نجات دلاتے اور ملک کی خوشحالی میں اضافہ ہونے کی غرض سے ذمہ دارانہ حکومت کی تحریک کی رہنمائی فرماتے اور اپنے عزیز وطن کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرانے کی خاطر ہمارے دوش بدوش کھڑے ہو جاتے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میری ان سادہ باتوں کو خوشنما و خوبصورت الفاظ پہ محمول فرمائیں گے لیکن تب بھی آپ سے میری یہی اپیل ہے۔

آپ جتنے الزامات چاہیں ہم پر عائد فرمائیں لیکن دو امور کا خاص طور پر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ کہ ہم کو اپنے ہم وطن مسلم بھائیوں سے کوئی عناد نہیں ہے۔

ہمارا سارا جھگڑا حکومت کی مشنری اور اس مشنری کے چلانے والے ارباب اقتدار سے ہے صرف اقتداری عہدوں پر اتفاق سے زیادہ تر مسلمان فائز رہے اور جدوجہد کرنے والے ہندو رہنے کی وجہ سے آپ کو یہ جدوجہد اس طرح نظر آرہی ہے کہ یہ "مسلمانوں کے موجودہ پوزیشن پر ایک منظم حملہ ہے"۔ اور میں تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی تسلیم کر لیتا ہوں کہ ہمارے یہاں معمولی طریقہ پر لوگوں کو سیاسی تعلیم و تربیت دینے کے سارے راستے مسدود رہنے کے باعث لوگ اپنے مسائل اور سیاسی تحریکات کی نوعیت و غرض و غایت سے اچھی طرح واقف نہیں ہو سکے جس کی وجہ سے عہد حاضرہ کے جوش و خروش کا بیجا اظہار بعض منچلے لوگوں کی جانب سے بعض مقامات پر ہونا ممکن ہے جس کی ذمہ داری زیادہ تر حالیہ تحریکات شدھی اور تبلیغ پر عائد ہوتی ہے محض اس کی وجہ سے مسئلہ زیر بحث کی خصوصیت میں فرق واقع نہیں ہو سکتا آپ چاہیں اس پر اطمینان کریں یا نہ کریں لیکن میں تو اس الزام کی پورے زور کے ساتھ تردید کروں گا کہ ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ محض اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس طریقہ حکمرانی کی بدولت ہندو حضرات محض ہندو ہونے کی وجہ سے برسر اقتدار آسکیں گے اور ایک فرقہ وارانہ حکومت قائم کر سکیں گے"۔ یہ ہندو راج اور مسلم راج کے سارے جھگڑے چند خود غرض لوگوں کی من گھڑت باتیں ہیں جو حال حال میں ایجاد کی گئی ہیں بلکہ ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ حیدرآبادی برسر اقتدار رہیں اور یہ حیدرآباد حیدرآبادیوں کے لیے ہے جن میں ہندو اور مسلمان سب شامل ہیں تاکہ ملک مرفہ الحال ہو اور لوگ خوشحال رہیں۔

میری جماعت کی انتہائی خواہش یہ ہے کہ مسلمان حکومت کی مشنری کو جمہوریت کے اصولوں پر چلانے کی اس جدوجہد میں مناسب حصہ لیں اور ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہوئے عملی تجربہ کے بعد ضرورت کی بناء پر تحفظات کا سوال اٹھایا جاتا تو شاید

زیادہ بہتر ہوتا لیکن اس قسم کا کوئی تجربہ کرنے کے قبل ہی ہمارے سامنے ایک پلیٹ فارم پر جمع رہنے کی غرض سے ہی آپ کی جماعت کی جانب سے بطور شرط مقدم بعض امور کی گیارنٹی دینے کا سوال اٹھایا گیا۔ ایسی کوئی نظیر شاید دنیا کے کسی حصہ کی نہیں بتلائی جا سکے گی۔ ان تمام اصول مباحث کو نظر انداز کر کے میری جماعت نے محض مفاہمت کی خاطر ایک مشترک پلیٹ فارم کے قیام کے تعلق سے متحدہ اغراض کے نسبت آپ سے گفت و شنید کرنے پر آمادگی ظاہر کی اب جس کی نسبت آپ کا یہ ارشاد ہے کہ "میری جماعت سمجھوتے سے ہمیشہ گریز کرتی رہی"۔ آپ کے اس الزام سے اگر میری جماعت کو برات حاصل کرنا منظور ہے تو اسے آپ کے حسب ذیل شرائط صلح منظور کر لینا چاہیے۔

(۱) یہ کہ حیدرآباد کی دستوری ترقی کا نصب العین ذمہ دارانہ حکومت کا قیام نہ ہو۔

(۲) یہ کہ مقننہ میں ہندو اور مسلم ارکان کی تعداد مساوی ہو۔

(۳) یہ کہ مسلم نمائندوں کی مقررہ تعداد کی تکمیل کے لیے ایسا حلقہ خاص مقرر کیا جائے کہ جس کے توسط سے مسلم، پارسی اور عیسائی ارکان کا انتخاب ممکن ہو۔

(۴) یہ کہ وہ ملازمتیں جن کی ابتدائی تنخواہ تین سو یا اس سے کم ہو (۵۰) فیصدی کے حد تک مسلمانوں کے لیے محفوظ کر دی جائیں اور تین سو زائد ماہوار والی ملازمتوں میں بلا لحاظ مذہب و ملت اہلیت و قابلیت کو معیار قرار دیا جائے۔

اگر آپ کی ان شرائط صلح کو میری جماعت منظور کر لے تو صلح اور سمجھوتہ ورنہ جھگڑا اور لڑائی۔ میں آپ کے ان جملوں کے یہ معنی لیتا ہوں کہ ہندوؤں کی جدوجہد مسلمانوں کے موجودہ پوزیشن پر ایک منظم حملہ ہے اب اس حملہ کا مقابلہ کرنا اور مسلمانوں کو آپ کی زد سے بچانا میری آئندہ سیاسیات کا منتہائے نظر ہوگا۔" اگر اسی کو سیاسیات کہتے ہیں اور آپ کے مصالح اسی کے مقتضی ہیں تو آپ کے انتشار سے مجھے کچھ غرض کرنا نہیں ہے۔

تعجب اس امر کا ہے کہ آپ ذمہ دارانہ حکومت کے اصول کے اس وجہ سے مخالف

نہیں ہیں کہ وہ کوئی آپ کے عقیدہ کے خلاف پڑتا ہے بلکہ آپ اسے قبول نہ کرنے کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ "ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کے لیے ذمہ دارانہ حکومت کی اصطلاح ایک خوشنما نقاب کا کام دے رہی ہے۔" اور نیز یہ کہ "موجودہ فضا میں ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ مطالبہ مسلمانوں کو بے دست و پا اور محکوم کرنے کی ایک بظاہر معصوم کوشش ہے۔" اگر میں صاف گوئی سے کام لے کر یہ عرض کروں کہ یہ الزام محض اس لیے تراشا جا رہا ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کے اصول کو اڑا دیا جائے تو مجھے امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ اب رہا موجودہ فضا کا سوال وہ تو ایک عمل اور ردّ عمل کا ایک لازمی نتیجہ ہے جس کا ذمہ دار تنہا کسی ایک فرقہ کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انفرادی اعمال کا ذمہ دار دو بڑے فرقوں کو کسی طرح نہیں قرار دیا جا سکتا اور یہ جو گفتگوئے مفاہمت ہمارے مابین شروع ہوئی وہ دو بڑے فرقوں کے نمائندوں کی حیثیت سے۔ اگر آپ کا خیال یہ تھا کہ آپ مجھے فرقہ وارانہ نزاعات برپا کرنے والے لوگوں کا نمائندہ قرار دے کر گفتگو فرما رہے تھے تو میں ایسی گفت و شنید پر آمادہ ہی نہیں ہوتا اور آپ کو بھی مجھ سے گفتگو ہی کرنا نہ چاہیے تھا بلکہ ہم جس قسم کا میثاق کرنے بیٹھے تھے وہ ایک قومی تھا نہ کہ فرقہ وارانہ۔ ہم تو ایک ( ) کرنے بیٹھے تھے۔

اب رہا میری ذات کی نسبت آپ کا خیال۔ میں اپنے اس قدر قصور کو تسلیم کر لیتا ہوں کہ جوں ہی آپ نے ذمہ دارانہ حکومت کے نصب العین کو تسلیم کرنے سے انکار فرمایا میں گفتگو کو فوراً ختم کر دے کر چلا نہیں آیا بلکہ میں نے کچھ کام کو بنانے کی غرض سے تفصیلات پر گفتگو کی اور اس امید میں کہ تفصیلات کی نسبت تشفی ہو جانے کے بعد آپ اس نصب العین پر شاید راضی ہو جائیں گے۔ اور تفصیلات پر گفتگو کے دوران میں بھی ہمیشہ اس نصب العین پر زور دیتا رہا۔ میں اپنی جماعت کی صاف صریح ہدایت کی موجودگی میں اس کو جس طرح تسلیم کر سکتا تھا ذمہ دارانہ حکومت کی اصطلاح کو ترک کر دیجیے۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی اپنے

مکتوب مورخہ ۳۰ اسفندار ۱۳۱۸ ف م ۲۱ فروری ۱۹۳۹ء میں اس کا اعتراف فرمالیا ہے کہ آپ کو یہ اندیشہ ضرور تھا کہ آپ کی جماعت کو اس تصفیہ کے قبول کرنے میں تامل ہوگا۔ بالخصوص ایک ایسے امر کی نسبت جو کہ اصولی ہو اگر آپ اس نصب العین کو تسلیم فرما لیتے تو مقننہ میں نشستوں وغیرہ کی نسبت کوئی تشفی بخش سمجھوتے کی صورت نکل ہی آتی اگر اس طرح کا سمجھوتہ ہوتا تو مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوتا بلکہ اس میں فائدہ ہی تھا۔

سمجھوتے کے معنی تو میں کچھ لینے اور کچھ دینے کے سمجھتا ہوں کہ وہ معنی جو آپ لے رہے ہیں یعنے ہندوؤں کی ہر معقول بات کو مسلمان قبول کر لیتے ہیں اور ان کی بے جا شکایات کو یا ایسے مطالبات کو جو نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوتے معقولیت کے ساتھ رد کر دیتے ہیں ان جملوں کے معنی تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ حقوق مانگنے والے ہندو اور اُن حقوق کو دینے والے مسلمان درآنحالیکہ مسلمانوں سے ہندوؤں کی نہ تو کوئی شکایات ہیں اور نہ ان کے کوئی مطالبات بلکہ شکایات اور مطالبات جتنے ہیں حکومت کے مقابلے میں ہیں جو مشترک ہیں۔ اُن مشترک شکایات کا تصفیہ مطالبات کی منظوری اور حکومت کی مشنری جمہوری بننے کی صورت میں حکومت سرکار عالی کی رعایا کی حیثیت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی حقوق کے تعین کی تنقیح ہے نہ کہ آپ دینے والے اور ہم لینے والے۔ ہم آپس میں کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکنے کی اصل وجہ آپ کا یہی تصور ہے۔

انھیں تمام حالات میں اور ان پیچیدگیوں کے مدنظر میں نے ثالثی کی تجویز پیش کرنا مناسب خیال کیا اگر آپ کے مبینہ الزامات کی تحقیقات کے بغیر ثالث کے لیے کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے تو ثالث کو ان تمام الزامات کی تحقیقات کرنے دیجیے۔ تاکہ ایک مرتبہ کوئی قطعی فیصلہ ہو جائے اس سے کیا فائدہ کہ آپ ہم پر الزامات لگائیں اور ہمارے لوگ آپ پر۔ میں نے مانا کہ ثالثی کا فیصلہ وہ مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا جو طرفین کی باہمی رضامندی سے ایک متفقہ سمجھوتہ کو حاصل ہو سکتی ہے لیکن جب طرفین کسی متفقہ سمجھوتہ پر

نہیں پہنچ سکتے ہیں تو شقیحات کے تصفیہ کی آخر کوئی نہ کوئی صورت نکالی جانی چاہیے۔ نہ صرف شخصی نزاعات بلکہ بین الاقوامی نزاعات کی صورت میں بھی ثالثی کے ذریعہ فیصلہ ہونے کی متعدد تمثیلات موجود ہیں مگر افسوس آپ نے اس تجویز کو بھی مسترد فرما دیا۔ اگر آپ کے سیاسی مصالح اسی کے مقتضی ہیں تو میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

آپ میری جماعت کے جس بیش سالہ سیاسی اور فرقہ وارانہ مشاغل کا گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت کے جانب سے اشارہ فرمایا ہے ہیں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اب ذیل میں اشارتاً چند سیاسی مشاغل کی جانب آپ کی توجہ منذول کرتا ہوں۔

(۱) کوئی بیس سال قبل حسب فرمان خداوندی شرف الصدور لایا کہ مجلس وضع قوانین کی توسیع عمل میں لا جائے تو اس وقت حکومت سے اشتراک عمل کرنے اور عوام کو دستوری اور سیاسی مسائل کی نسبت تعلیم و تربیت دینے کے لیے ایک انجمن موسوم بہ انجمن اصلاحات قائم کی گئی جس کے صدر مسٹر محمد اصغر بیرسٹرایٹ لا (جو اس وقت المخاطب بہ نواب اصغر یار جنگ بہادر رکن عدالت العالیہ ہیں) اور معتمدین میں سید عسکری حسن بیرسٹرایٹ لا (جو اس وقت المخاطب بہ عسکر یار جنگ بہادر معتمد وضع قوانین ہیں) اور مسٹر خلیل الزماں صدیقی بیرسٹرایٹ لا (جو اس وقت عدالت العالیہ کے رکن ہیں) تھے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد صاحبان موصوف نے اپنے استعفائیں پیش کر دیئے۔ مسٹر محمد اصغر (حال المخاطب اصغر یار جنگ بہادر) اپنے عہدۂ صدارت انجمن سے استعفا پیش کرتے ہوئے اپنے مکتوب مورخہ ۲ رجون ۱۹۲۰ء میں لکھتے ہیں کہ مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ آپ کو سیاسی آزادی حاصل کرنے میں بہت سے رکاوٹوں کا مقابلہ کرنا ہوگا لیکن میں خلوص کے ساتھ یقین رکھتا ہوں کہ آپ کو کامیابی یقینی حاصل ہوگی کیوں کہ آپ کا مقصد نیک ہے اور کوئی حکومت زمانہ کے امید افزا آثار کے خلاف نہیں لڑ سکتی آخر میں فتح آپ کی ہے لہٰذا اس ملک کی سیاسی ترقی میں آہستہ، احتیاط مگر استحکام کے ساتھ قدم بڑھائیے

کامیابی آپ کی ہے۔ جدائی اختیار کرتے ہوئے میرا دل پاش پاش ہو رہا ہے لیکن میں اس طرح کرنے پر مجبور ہوں اور جب تک کہ میں اس ریاست میں رہوں اس وقت تک کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا۔" (یہ انگریزی خط کا ترجمہ ہے)

یہ خط کسی مزید تشریح اور توضیح کا محتاج نہیں ہے۔

مسٹر سید محمد عسکری حسن حال المخاطب عسکر یار جنگ بہادر کا خط بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"نہایت افسوس اور درد کے ساتھ میں اس امر کا احساس کرتا ہوں کہ بعض وجوہات کی بنا پر میرا آپ کی انجمن کا ممبر رہنا یا اس کے کسی عہدہ پر فائز رہنا میرے اور غالباً انجمن دونوں کے حق میں غیر مفید ہوگا اس لیے مجبور ہوں کہ اس عہدہ سے جس پر تقرر کا ممبران نے مجھے فخر بخشا تھا اور نیز ممبری سے مستعفی ہوں۔"

(مورخہ ۲۵ / امرداد ۱۳۲۹ف)

ایک مشترکہ پلیٹ فارم کے ذریعہ ایک مشترکہ سیاسی شعور پیدا کرنے کی ہماری کوششیں کس طرح رائیگاں گئیں اس کا اندازہ بعد کے واقعات سے بھی لگایا جا سکتا ہے آپ واقف ہیں کہ کوئی نو دس برس قبل رائے سری کشن صاحب کی قیادت میں حیدرآباد ایسوسی ایشن قائم کی گئی جس کے معتمد مسٹر محمد احسن بی اے ایل ایل بی تھے اور میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس انجمن کے ایک رکن تھے بعد میں وہ انجمن کس طرح ختم ہوگئی اس سے آپ ہم سب واقف ہیں۔

کوئی دس گیارہ سال قبل مسٹر مرزا علی یار خاں (جو اب المخاطب نواب علی یار جنگ بہادر معتمد امور دستوری ہیں) کی صدارت میں ایک انجمن موسوم بہ انجمن ترقی حیدرآباد قائم کی گئی تھی جس کے ارکان آزمودہ ہوتے تھے جن میں میں بھی تھا اور ہمارے دوست مسٹر اکبر علی خاں، ڈاکٹر لطیف سعید، مسٹر فضل الرحمن، مسٹر بی رام کشن راؤ اور رائے سری کشن بیرسٹر ایٹ لاء وغیرہ شریک تھے۔ وہ انجمن دو ڈھائی سال تک مفید خدمات انجام دے کر

گوناگوں وجوہات کی بناء پر ٹوٹ گئی۔

آخری کوشش جمعیت رعایا نظام کے قیام کی تھی جس میں آپ ہم سب ہی شریک تھے مگر یہ انجمن وجود آنے کے قبل ہی اس کا گلا کس طرح گھونٹا گیا اس سے آپ بھی واقف ہیں اور میں بھی واقف ہوں لہٰذا ان حالات میں کس بنا پر ہم کو اس کا مورد الزام گردانا جا سکتا ہے کہ ہم ایک مشترکہ پلیٹ فارم قائم کرنے کوشش سے ہمیشہ گریز کرتے رہے ہیں، بلکہ ہماری کوشش ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے اور ان کو ہمارے ساتھ ملا کر لے چلنے کی رہی لیکن افسوس کہ ہمیشہ ایسے حالات پیدا ہوئے یا پیدا کیے گئے کہ یا تو مسلمان ہم سے بچھڑ جائیں یا ہمارے ساتھ شریک ہی نہ ہوں یا یہ کہ ایسا کوئی پلیٹ فارم قائم ہی نہ ہونے پائے۔ الغرض میں بعض فرقہ وارانہ تحریکات کو جو دونوں فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں فروغ حاصل ہونے کا موقع خوب ملا تاکہ ایک ایسا نتیجہ پیدا ہو کہ ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں میں اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں میں منافرت کے جذبات پیدا ہوں اور اس طرح ملک پر ایک غیر ملکی تسلط برابر قائم رہے آپ ان تمام امور پر ذرا پھر غور کر کے اور اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیے۔ اگر اس کے بعد بھی آپ اپنے تصفیہ پر قائم رہے میں جس کی اطلاع آپ نے مکتوب زیر جواب کے ذریعہ دی ہے تو میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ آپ حکومت کی مشنری کو جمہوری بنانے کی اس جدوجہد کی مخالفت خدا کے واسطے نہ فرمائیں۔ اس میں دونوں فرقوں کا فائدہ ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ کی سیاسی مصالحت ہمارے ارکان کی جس کی نسبت میں آپ کو پھر یقین دلاتا ہوں کہ وہ نہایت نیک ہے مخالفت کرنے کی اجازت دیتی ہے اور آپ پُرزور مخالفت کرنے کا ہی تہیہ فرما لیے ہیں تو آپ کا یہ اختیاری امر ہے۔ لیکن میں آپ کو اس کا یقین دلاتا ہوں کہ ذمہ دارانہ حکومت کے لیے جدوجہد کرنے والوں کا آپ سے

کوئی جھگڑا ہے اور نہ ان کی کوئی سیاسی اور معاشی رقابتیں بلکہ ذمہ دارانہ حکومت کے کسی اسکیم میں بھی مسلمانوں کے معاشی اور کلچرل مفادات محفوظ رہیں گے۔

خواہ آپ ساتھ نہ دیں چونکہ میری جماعت کو اس کا پورا پورا علم اور احساس ہے کہ اکثریت کے لیے اقلیت کا اعتماد حاصل کرنا لازمی ہے۔ لہذا وہ اپنے اپنے مسلم برادرانِ وطن کا تعاون حاصل کرنے اور ان کے اشتراکِ عمل کا خیر مقدم کرنے ہمیشہ مستعد اور تیار ہے۔

حال میں حکومت کی پالیسی میں تغیر ہوا۔ حکومت نے مشترک پلیٹ فارم کے قیام کی پبلک دعوت دی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے میں نے آپ کی جانب سے دستِ تعاون دراز کیا لیکن آپ نے ایک ایسے نصب العین کو قبول کرنے سے انکار کیا جس کی بدولت حیدرآباد کا سیاسی مرتبہ بلند ہو جاتا، اپنے انکار سے آپ نے ایک بڑی ذمہ داری قبول کی ہے جس کے لیے آپ نہ صرف مسلمانانِ حیدرآباد بلکہ ملک سرکار عالی اور حضرت اقدس و اعلیٰ کے روبرو بھی جواب دہ ہیں امید کہ آپ میری اس صاف گوئی کو معاف فرمائیں گے کہ آپ نے مسلمانانِ حیدرآباد کے حقوق کی صحیح پاسبانی نہیں کی۔

کیا آپ خلوصِ دل سے مجھے اطمینان دلا سکتے ہیں کہ مسلمانانِ حیدرآباد موجودہ طرزِ حکومت یا اربابِ اقتدار سے خوش اور مطمئن ہیں۔ کیا دیہات کے لاکھوں مسلمان جہل اور افلاس میں ڈوبے ہوئے نہیں ہیں۔ کیا ہماری دولت کا بیشتر حصہ غیر پیداوار اور غیر حیدرآبادی اغراض کے نذر نہیں ہو رہا ہے۔ کیا ہمارے عہدہ دار اور عمال شخصی خود غرضیوں کے شکار نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے اس امر میں اتفاق فرمائیں گے کہ ہماری موجودہ حکومت کوئی معاشی اور صنعتی پروگرام نہیں رکھتی۔ غریب اور جاہل طبقوں کا ذکر ہی کیا۔ متوسط اور ادنیٰ

طبقے بھی بیروزگاری اور افلاس کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ موازنہ کا بہت بڑا حصہ بیش بہا خطیر رقم ایک ایسی فوج پر صرف ہوتی ہے جس ہمیں قطعاً ضرورت نہیں۔ اور جو ہماری اغراض کے لیے بھی نہیں رکھی گئی ہے۔ الغرض کیا ان تمام خرابیوں کا ازالہ آپ کے ملکی فرائض میں داخل نہیں ہے۔ کیا آپ دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حیدرآباد کا مسلمان جو ایک حیدرآبادی وطنیت اور حیدرآبادی حکومت کی خود مختاری کا علمبردار ہے رجعت پسندی اور ترقی معکوس کا حامی ہے۔ مجھے اس فرقہ کے ساتھ پوری ہمدردی ہے جس کے لیڈر اپنے مقلدین کو بدنام کررہے ہیں۔

ممکن ہے کہ اس نسل کے مسلمان آپ کے ہمنوا ہو جائیں لیکن مجھے یقین ہے کہ آنے والی نسل آپ کے اس عمل کا بہتر طریقہ پر تصفیہ کرے گی کہ آپ کس حد تک راستی پر تھے۔ کیا میں اب بھی توقع کروں کہ آپ اپنے اس فیصلہ پر قائم رہیں گے جس کی اطلاع آپ نے مجھے دی ہے۔ اگر اس دفعہ بھی آپ کا جواب وہی ہے تو براہ کرم اس بیان کا مسودہ روانہ فرمایئے جس کو جاری کرنے کی آپ نے تجویز فرمائی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ خداوند کریم ہم سب کو نیک توفیق دے۔ فقط

نیازمند
ایم۔ نرسنگ راؤ

۳؍خورداد ۴۸ف م ۸؍اپریل ۳۹ء

تمت

گولکنڈہ
سگریٹ سازی میں ایک تاریخی نام
GOLCONDA
CIGARETTES
GOLCONDA
CIGARETTES
125
قائم شدہ سنہ ۱۹۳۰ء
دی حیدرآباد دکن سگریٹ فیکٹری
مشیرآباد - حیدرآباد دکن ۲۰
فون (۳۴۸۶۶)

خوشی کی ہر تقریب کے موقعہ پر
اپنے معزز مہمانوں کی ضیافت کے لیے

ROSE CO

کی خصوصی پیشکش سے لطف اٹھائیے

شادی کیک، سالگرہ کیک، اسپیشل پیسٹری، بادام پیسٹری
پلم کیک، اسپنج کیک، ڈبل روٹی، ڈنر رول، اسپیشل توس
عثمانیہ بسکٹ میٹھے اور نمکین بسکٹ سے اپنے مہمانوں کی تواضع کیجیے

ROSE CO

شہر کی مشہور اور پاکیزہ بیکری

روز کمپنی چادر گھاٹ حیدرآباد ۴۴

فون دکان ۴۰۶۲۲ ـ فون مکان ۵۲۷۳۹
شاخ ۴۵۲۸۱ ۴۵۵۰۳ گرام "ROSECO"

آپ کے سارے کنبے کا پسندیدہ شوروم

الکندہ

دل پسند رنگ ۔ نظر نواز ڈیزائین

ہر ذوق ہر مذاق اور ہر پسند کے لیے

آپ اپنے ماتا، پتا کے لیے کپڑا خریدنا چاہیں یا اپنی
پتنی کے لیے یا اپنے چہیتے مُنّے بابا کے لیے یا پیاری بے بی کے لیے
یا ۔ دُلہا ۔ دُلہن کے لیے

اُن سب کی پسند کا کپڑا خریدنے سے پہلے

الکندہ

پتھر گٹی حیدرآباد ۔ فون (۱۱،۳۶۴) ۔ ضرور تشریف لائیے
ٹاٹا ملز کا عظیم شوروم

صنف نازک کی دنیا

محمد علی بیگ

کے لباسِ نو

اور

خوشنما ساڑیوں

سے سجائی جاتی ہے

فیشن میں پیش پیش

سدا بہار رنگ دلکش ڈیزائن

محمد علی بیگ چارمینار

فون مکان ۴۱۵۰۶ - فون دکان ۴۰۰۱۹

پلاننگ سنٹر

۱۔ تعمیر مکانات　　۲۔ سروے اراضیات

۳۔ تعمیری نقشہ جات　　۴۔ اسٹیمیٹ

۵۔ رجسٹری نقشہ جات　　۶۔ آبرسانی نقشہ جات

وغیرہ کیلیے

ہماری ماہرانہ خدمات حاصل کیجیے

پتہ :۔ ۲۲ – ۵ – ۲۰۳

پتیل والی گلی گلزار حوض حیدرآباد۲ (اے پی)

پروپرائٹر :۔ عابد عسیری

قطب شاہی چارمینار کے آغوش میں

ایرانی فنِ تعمیر

کا

عظیم شاہکار

فراشا کیفے اینڈ بیکری

شہر حیدرآباد کا مایہ ناز اور خوبصورت کیفے

چارمینار۔ حیدرآباد

شہرت یافتہ

۵۰۵ سنگاپوری لنگیاں

رجسٹرڈ

جو ہندوستان اور بیرون ہند مشہور و مقبول خاص و عام ہیں

505

SINGAPURI
LUNGI
MANUFACTURERS

آپ کی اپنی پسند کے رنگوں اور خوبصورت ڈیزائین میں مضبوط اور پائیدار

سے تیار کنندگان اور اکسپورٹرس ہیں

سراج اسٹور

لاڈ بازار۔ حیدرآباد ۲

گرام "لنگی" فون ۵۱۱۱۶

ہر محفل میں

اہل نظر کا ذوق نظر

مقبول برادرز کی

ساڑیوں سے ٹکرا کر رک جاتا ہے

تہذیب و شائستگی میں یکتا • نئے فیشن میں پیش پیش

مقبول برادرز

فون (۲۳۹۸۴) لاڑ بازار

جسونت چھاپ اسپیشل ٹیلیفون بیڑی

ٹیلیفون کی طرح مشہور

ٹیلیفون بیڑی

جس کے ہر کش میں لطف اور مزہ ہے

سیل ڈپو۔

کوٹلہ عالیجاہ

تیار کنندگان

جسونت لال

پرلاد بھائی اینڈ کمپنی

Shaik Bodhan.
BOOK BINDER.
Resedent. Patther Ki Masjid,
16-3-985 Chanchalguda, Hyd-A, P.

تازہ پھولوں کی خوشبو

مستانہ دربار اگربتی

جس کی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی اور ساری فضا کو معطر بنا دیتی ہے

پچاس کروڑ عوام کی پسندیدہ خوشبو

تیارکنندگان

میسور آئی اگربتی ورکس

پوسٹ باکس نمبر ۱۵۵۶ سکندرآباد